Digitized by Khilafat Library Rabwah

76

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

رسالہ اردو

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نمبر ۴ ۵ - اپریل ۱۹۳۴ء سنہ ۱۹ - ذوالحجہ سنہ ۱۳۵۲ھ جلد ۳۳

ایڈیٹر محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

عربی زبان ام الالسنہ ہے	۱۴۱ / ۱۵۲	ملک محمد عبد اللہ صاحب مولوی فاضل
قرآن مجید کے آیات و سُور کے باہمی ربط و نظم	۱۵۳ / ۱۵۹	مولوی عبد اللطیف صاحب خانپوری
اہل عرب کے مذہبی معتقدات	۱۶۰ / ۱۶۹	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح سیالکوٹی
الہیات - اہلحدیث کی تصدیق	۱۶۹ / ۱۷۲	×

چندہ سالانہ اندرون ہند سے تین روپے

مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے دو روپے آٹھ آنے

چندہ سالانہ بیرون ہند سے تین روپے آٹھ آنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جوانی

(از حافظ قمر محمدؐ صاحب مجوی)

یہ روشن ہے جوانی مصدرِ لذات ہوتی ہے — یہ ظاہر ہے جوانی مبدءِ جذبات ہوتی ہے
رو پہلا اس کا ہر دن اور سنہری رات ہوتی ہے — غرض روحِ بشر معمورِ احساسات ہوتی ہے

تلاشِ حسن کرتی ہیں نگاہیں جاگتے سوتے
دلِ مضطر بھرا کرتا ہے آہیں جاگتے سوتے

نگاہِ حسن میں صبحِ بہارِ زندگی یہ ہے — نگاہِ عشق میں شامِ قرارِ زندگی یہ ہے
نگاہِ رند میں تازہ خمارِ زندگی یہ ہے — نگاہِ پارسا میں افتخارِ زندگی یہ ہے

سخن ور اس کو رعنائی کا رنگیں دور کہتے ہیں
محبت جو شناسائی کا رنگیں دور کہتے ہیں

تمناؤں کا طوفاں ہے جوانی جس کو کہتے ہیں — اُمنگوں کا گلستاں ہے جوانی جسکو کہتے ہیں
بنِ دنیاء ارماں ہے جوانی جس کو کہتے ہیں — عروجِ عمرِ انساں ہے جوانی جس کو کہتے ہیں

دلوں میں ولولے اور ولولوں میں جوش ہوتا ہے
ہنسی پر شیفتہ ہر غنچۂ خاموش ہوتا ہے

جو جا کر آ نہیں سکتی یہ وہ بوئے گلستاں ہے — جو کٹ کر جُڑ نہیں سکتا یہ وہ تارِ رگِ جاں ہے
جو گم ہو کر نہیں ملتی یہ وہ راہِ گریزاں ہے — بڑھاپا جس کی ہے تعبیر وہ خوابِ پریشاں ہے

وہ بلبل ہے جو پھولوں سے بچھڑ کر مل نہیں سکتی ✤ رداءِ صبح ہے جو چاک ہو کر سل نہیں سکتی

دکھاؤ آج کوئی قادرِ جوشِ جوانی ہو — بتاؤ ہمکو ضبط آموز جس کی زندگانی ہو
سُناؤ تو تمھیں از بر اگر کوئی کہانی ہو — نہیں تخصیص کچھ اس کی نئی ہو یا پُرانی ہو

یقیناً ایسی تمثیلوں سے ہے بزمِ جہاں خالی ✤ زمین و آسماں خالی مکان و لامکاں خالی

کتابِ دہر کے تیرہ۱۳ ورق پہلے اُلٹ جاؤ — بجائے آگے بڑھنے کے ذرا پیچھے کو ہٹ جاؤ
سمندِ جستجو کے شہ سوارو تم پلٹ جاؤ — نہ بکھر و رنگ و بو بن کر مثالِ گل سمٹ جاؤ

عرب کی وادیوں سے اب بھی یہ آواز آتی ہے ✤ کہ جس سے بے پروں میں قوّتِ پرواز آتی ہے

بنی نوعِ بشر کی اس قدر مذموم حالت تھی — حیا سوزی کمینہ پن ضلالت جزوِ فطرت تھی
نہ تہذیب و تمدّن تھا نہ عزّت تھی نہ حرمت تھی — اندھیرا ہی اندھیرا تھا فقط ظلمت ہی ظلمت تھی

غرض حالت دگرگوں ہو رہی تھی اہلِ عالم کی ✤ تھا اک بگڑا ہُوا آوا یہ سب اولادِ آدم کی

خدا نے اک جواں بھیجا مہِ کنعاں کی صورت کا — جہاں میں غلغلہ ہے آج جسکے حُسنِ سیرت کا
فلک سے لوہا منوایا اسی نے پاک طینت کا — جوانی پر بڑا احساں ہے اُسکی نیک خصلت کا

محمدؐ مصطفٰے وہ فخرِ موجوداتِ ربّانی
وہ احمدِ مجتبٰے وہ علتِ تقدیرِ یزدانی

ہُوا مکّے کی بستی میں وہ انسانِ فرشتہ خو — کہ جس کی سرمگیں آنکھوں میں تھا مازاغ کا جادو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عربی زبان اُمّ الالسنہ ہے

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم
والٰہ واصحابہ اجمعین۔ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ

میرا مقصد ان اوراق میں اس امر کو ثابت کرنا ہے کہ عربی زبان ام الالسنہ کہلانے کی مستحق و سزاوار ہے۔ اور باقی سب زبانیں اس خصوصیت سے محروم ہیں۔ بلکہ وہ اس کی فروعات ہیں اور اس سے نکل کر مختلف شکلیں قبول کرتی گئی ہیں۔ میرے اس مضمون کی اصل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کُتب ہیں۔ جن سے یہ مضمون اخذ کیا گیا ہے۔ زیادہ تر فائدہ میں نے حضورؑ کی تصنیف منن الرحمٰن سے اُٹھایا ہے۔ اور اس کے علاوہ دیگر کُتب۔ نسیم دعوۃ۔ آریہ دھرم۔ انجام آتھم اور نور القرآن وغیرہ سے بھی امداد لی ہے۔ (حضور علیہ السلام کی تصنیفات کے علاوہ جن کُتب کو میں نے اس مضمون کی تیاری کیلئے زیرِ نظر رکھا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ لغات جدیدہ مصنّفہ مولانا شبلی مرحوم۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا۔ اور اُمّ الالسنہ مصنّفہ خواجہ کمال الدین صاحب۔ لیکن اگر حقیقتِ حال پر نگاہ ڈالی جائے۔ تو ان سب کُتب کی اصل حضور علیہ السلام کی تصنیف منن الرحمان ہے) مضمون کی سہولت کیلئے میں نے اس کو مختلف حصص میں تقسیم کر دیا ہے۔ اوّل۔ زبان عربی کے اُمّ الالسنہ ہونے کے دلائل۔ دوسرے عربی زبان کا دیگر زبانوں سے اشتراک۔ اور تیسرے عربی زبان کی بعض ایسی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ جن سے یہ معلوم ہو۔ کہ عربی زبان ہی اُمّ الالسنہ ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلیّ العظیم ؏

(۱) عربی زبان کے اُمّ الالسنہ ہونے کے دلائل

علماء علم الالسنہ Philologists نے تمام زبانوں کو ان کی مشابہت الفاظ کی بنا پر تین قسموں میں منقسم کیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زبان سے ایک شدید اشتراک ہے۔ اور چونکہ یہ اپنی اصل وضع و ہیئت میں ہے۔ اس لئے یہی زبان اُمّ الالسنہ ہے"

(۳) عربی زبان کی چند خصوصیات

اس سے مراد صرف ایسی خصوصیات ہیں جو ام الالسنہ ہونے سے متعلق ہیں۔ اور دوسری زبانوں سے اسے ممتاز کرتی ہیں۔

پہلی خصوصیت:۔ جو اُمّ الالسنہ ہونے پر دلیل ہے۔ یہ ہے۔ کہ اس کے الفاظ حقیقت الاشیاء کے ماہر کے تجویز کردہ نظر آتے ہیں۔ اور کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں ہیں۔ ہر لفظ میں غور کرنے سے اسکی وجہ تسمیہ معلوم ہو جاتی ہے۔ مثلاً عقرقرہ ایک دوائی کا نام ہے۔ جو اصلاح رحم کے لئے بہت مفید ہے۔ اور عقرقرہ کے معنی بھی "بانجھ کا حاملہ ہونا" کے ہیں۔ ایسے ہی کافور زہریلے مواد کو دبا دیتا ہے۔ اور اس کے معنی بھی "بڑا دبانے والے" کے ہیں۔ دیگر اسماء میں بھی ان کی وجہ تسمیہ موجود ہے۔ مثلاً چاند کو قمر کہتے ہیں۔ تو اس لئے کہ قمر کے معنی "سفیدی" کے ہیں۔ اور ایسی سفیدی بھی کہ جس میں گدلاپن ہو۔ اور اسی مادہ سے قمار اور مقامرہ ہے۔ جس کے معنی ایک کا دوسرے سے کچھ لینا ہیں۔ اور چاند اور سورج میں بالمقابل جہاں تک اکتساب نور کا سوال ہے۔ ایک قسم کا مقامرہ ہے۔ پس عربی زبان کی یہ ایک بڑی بھاری خصوصیت ہے۔ کہ وہ ہر چیز کی حقیقت کی طرف توجہ دلاتی ہے *

دوسری خصوصیت:۔ عربی زبان کی جو اس کے ام الالسنہ ہونیکی ایک زبردست دلیل ہے۔ اسکی صرف و نحو ہے۔ اس کے الفاظ اور معانی میں ایک بے نظیر حکیمانہ تعلق ہے۔ اور اس کے ہر انداز میں ایک غوص اور فکر اور تدبر و تجویز نظر آتی ہے۔ مثلاً بعض الفاظ کے مفہوم میں ایک امر کا تکرار ہوا کرتا ہے۔ اب اگر ترکیب الفاظ میں بھی کسی طرح اس معنوی تکرار کا لحاظ رکھا جائے۔ تو پھر کیا اس کو محض اتفاق کہا جائیگا؟ مثلاً زلزلہ کے وقت زمین میں ایک قسم کی حرکت پیدا ہوتی ہے۔ جس کا تکرار ایک وقت تک ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے لفظ زلزلہ میں زل زل کا تکرار کر دیا گیا۔ ایسے ہی تذبذب۔ رجرج۔ رفرف وغیرہ الفاظ ہیں۔ چونکہ ان کے مفہوم میں تکرار پایا جاتا ہے۔ اس لئے الفاظ میں بھی تکرار رکھدیا گیا ہے۔ پھر اس کی صرف و نحو ایک علمی حقیقت رکھتی ہے۔ اس کے قواعد زیادہ تر قیاسی ہیں۔ اور بہت کم سماعی ہیں۔ جس سے ارادہ اور عقل کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک مادہ سے بیسیوں لفظوں کا مشتق ہونا۔ اور پھر ان سے مادہ کا مختلف ابواب اور اوزان میں جا کر ایک طرف مختلف معنی پیدا کر لینا۔ اور دوسری طرف اصل معنی کو اپنے اندر قائم رکھنا یہ صرف اسی زبان کی خصوصیت ہے۔ اور اس کے مختلف ابواب و اوزان وہی مختلف قالب و سانچے ہیں کہ جن میں کل زبان کے الفاظ کو ڈھال دیا گیا ہے۔ ایک لفظ سے بیسیوں ابواب پیدا ہو جاتے ہیں۔ جس خیال کو ایک لفظ

82

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ظاہر کرتا ہے اس کے متقارب حالات کو وہی لفظ مختلف شکلوں میں ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ شکلیں اتفاقیہ نہیں بلکہ ایک منظم اور مجوّزہ طریق میں بنائی گئی ہیں۔ جو عام طور پر ہر جگہ مختلف الفاظ پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ اور یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک لفظ خواہ ہمیں نہ آتا ہو۔ اگر ہم اس کے مادہ سے واقف ہوں۔ تو پھر اس کے باب یا وزن کو دیکھ کر ہم خود بخود ہی اس کے معنی قریب قریب سمجھ لیتے ہیں۔ اور اس سے زبان کا سیکھنا بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔ اگر ہم تمام دُنیا کی زبانوں میں سے کسی زبان کے متعلق کوئی حتمی اور منظم اصول اور قواعد بیان کر سکتے ہیں تو صرف عربی زبان کے متعلق ہی کر سکتے ہیں۔ اس کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کوئی اسم یا فعل تین حروف سے کم نہیں ہوتا۔ اس کے اسم سات حروف سے اور فعل چھ حروف سے زیادہ نہیں آ سکتے۔ اسماء میں پانچ حرف اور افعال میں چار حرف تک اصلی اور باقی زائد آتے ہیں۔ ایسے ہی ہم عربی کے تمام افعال اور اسماء کو ایک میزان میں تول کر اصل اور زائد حروف کو جانچ سکتے ہیں۔ مثلاً عربی صرفیوں نے ف ع ل کو ایک میزان مقرر کر دیا ہے۔ ان کے مقابل پر الفاظ کو لا کر اصل اور زائد حروف کو دیکھ لیا جاتا ہے۔ اور پھر ان کے ابواب اور اوزان کی کیفیت اور خواص کو ہم جانتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسا منظم سلسلہ ہے۔ جس کی نظیر دوسری کسی زبان میں نہیں ملتی۔ ہاں باقی زبانوں میں اس نظم و ترکیب کا کچھ نہ کچھ لحاظ رکھا گیا ہے اور جب کسی زبان کی ذرا قدیم شکل کو دیکھا جائے تو ایسے امور نظر آتے ہیں جن میں بعض قیاسی بھی ہوتے ہیں۔ اور اس سے اس بات کا علم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ قواعد دراصل اس زبان کا بقیہ ہیں۔ جس سے یہ زبانیں مشتق ہوئی ہیں۔ لیکن بعدہٗ مرورِ زمانہ اور دُوری کی وجہ سے آہستہ آہستہ وہ اصل قواعد مٹ گئے اور انکی بجائے دوسروں نے جگہ لے لی۔ الغرض عربی زبان کی صرف و نحو پر جب غور کیا جائے تو یہ بھی اسکے اُمّ الالسنہ ہونے پر ایک روشن دلیل ہے ÷

تیسری خصوصیت: عربی زبان کی یہ ہے۔ کہ اس کے مادّے اس قسم کے ہیں۔ کہ وہ بہت ہی آسانی سے بولے جا سکتے ہیں۔ بچّہ جب پیدا ہوتا ہے تو ہمیشہ الفاظ کی کتر و بیونت کرتا رہتا ہے۔ اور کلمات کا تلفظ آسانی سے نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ لفظ کو مختصر بناتا ہے۔ اور ہم خود بھی جب اسے کسی چیز کا نام بتاتے ہیں تو اس لفظ کو مختصر سی مختصر شکل میں اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ عربی زبان میں یہ اختصار کی خصوصیت پہلے ہی سے موجود ہے۔ اس کے اکثر مادّے جن کی تعداد کئی ہزار تک ہے سب کے سب سہ حرفی ہیں۔ جسکی وجہ سے بولنے میں بہت سہولت رہتی ہے۔ اور یہ خصوصیت بھی ایسی ہے جو اُمّ الالسنہ ہونے کے لئے ضروری اور لابدی ہے ÷

چوتھی خصوصیت:۔ عربی زبان کی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری ہدایت نامہ جو سب دُنیا کیلئے ہدایت کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

موجب بنا۔ اس مقدّس زبان میں نازل فرمایا۔ اس نے قرآن مجید کو کامل کتاب اور اس کے مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ اور اس طرح اس کلام مجید کے ذریعہ اس زبان کو ہمیشہ کی زندگی دیکر ایک زبردست شہادت قائم کردی کہ دنیا میں عربی زبان ہی کامل اور زندہ زبان ہے، اور اُمّ الالسنہ کہلانے کے لائق و مستحق ہے۔ اور جو کلام اس بابرکت زبان میں نازل ہوا ہے۔ اس کی نظیر اور مثل لانے سے تمام دُنیا عاجز و قاصر ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق زبردست تحدّی فرمائی:-

قل لئن اجتمعت الانس والجنّ علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القراٰن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعضٍ ظھیرا[1]۔

اس کلامِ مقدس کا اس زبان میں نازل ہونا۔ اور اپنی شان میں یکتا و بے نظیر ہونا۔ یہ بھی اس زبان کے کامل اور اُمّ الالسنہ ہونے کی ایک قوی دلیل ہے۔ پس ان تمام امور مندرجہ بالا سے یہ امر ظاہر و باہر ہے۔ کہ اگر دُنیا میں کوئی زبان۔ کامل۔ زندہ اور اُمّ الالسنہ ہے۔ تو وہ عربی زبان ہے۔ اور جو خصوصیات اللہ تعالیٰ نے اس زبان میں رکھی ہیں۔ دوسری زبانیں اس سے محروم ہیں ۔

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کرلیتی ہیں اور وہ محلوں۔ ریگستانوں۔ اور شہروں۔ اور سلطنتوں میں گونجتا ہے ۔ (ڈاکٹر سیموئیل جانسن)

قرآن کی وہ شریعت ہے۔ اور ایسے دانشمندانہ اصول۔ اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ (گبن)

دُنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔ (ڈاکٹر کے ایس سیتارام ایم اے پی ایچ ڈی)

ڈاکٹر ای۔ اے فریمن لکھتے ہیں:-

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بڑے پکّے راستباز اور سچے ریفارمر تھے) دُنیائے اعمال کی فضائے ہستی میں آپ ہی ایک وجود نادر ہستی پائے جاتے ہیں۔ آپ ہی کی ہستی ایسی مفصل و شرح ہے۔ جسکے حالات ہم تک صحیح اور بالتفصیل پہنچ گئے۔ انسانی اخلاق کی جو اصلاح آپؐ نے فرمائی ہے، اجتماعیات کے اندر جو انقلاب علوی آپؐ کی تعلیم نے پیدا کیا ہے۔ سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کے لئے جو اُسوہ حسنہ آپؐ نے پیش کیا ہے۔ وہ آپؐ کو انسانیت کا محسنِ اوّل قرار دیتی ہے۔ (مسٹر ایڈورڈ مونٹے)

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص آپؐ کی اولوالعزمی۔ اخلاقی جرأت خلوص نیّت۔ سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (لفٹننٹ کرنل سائکس)

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن مجید کے آیات و سُوَر کے باہمی ربط و نظم پر نظر

به سلسله فروری ۱۹۳۴ء

(نمبر ۵)

جوابِ شبہ چہارم

قل ادعوا الذین زعمتم من دونه فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلاً الیٰ قولہ ان عذاب ربک کان محذوراً (آیت ۵۷ تا ۵۸ ع ۶)

مخالفین قرآن مجید کے معارضہ میں چوتھا شبہ یہ پیش کر سکتے ہیں کہ مانا قرآن مجید کتاب صحیح منزل من اللہ ہے اور یہ بھی مانا کہ سلسلہ جزاء و سزا حق ہے مگر ہم یہ نہیں مانتے کہ نجات فقط اسی کتاب کی تعمیل پر منحصر ہے۔ بلکہ اس کے سوا اور بھی نجات کے ذریعہ ہیں وہ یہ کہ ہمارے بڑے بڑے اسلاف انبیاء و اولیاء۔ غوث و اقطاب۔ ابدال و اوتاد۔ رشی و اوتار جن کو قُرب الٰہی کا درجہ حاصل ہے۔ ہماری امداد کے ضامن ہیں۔ اور ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے جو عذاب ہم پر آنا ہوتا ہے یا جو مصائب و بلیات نازل ہونے کو ہوتی ہیں انہیں ٹال دیتے ہیں۔ کیونکہ کارخانۂ قدرت میں ان کو بھی اختیار دیا گیا ہے کہ جسے چاہیں چھڑا لیں۔ پس یہی ہستیاں ہم گنہگاروں کی شفیع اور ہماری نجات کی ضامن ہیں۔ اس لئے ہمیں صرف ان کی پکار کی ضرورت ہے۔ اس کا جواب انہیں یوں دیا جاتا ہے۔ قل ادعوا الذین زعمتم من دونه یعنی جن غیر اللہ کی امداد کے بھروسہ پر تم دین الٰہی سے بے پروائی کر رہے ہو ذرا انہیں پکار کے تجربہ کر لو وہ ذرا بھی تمھاری امداد نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ تو خود ہی ان کی طرح وسیلۂ نجات کے محتاج ہیں چنانچہ آگے فرمایا اولٰئک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربہم الوسیلة ایہم اقرب و یرجون رحمتہ و یخافون عذابہ ان عذاب ربک کان محذوراً۔ یعنی جن ہستیوں کو یہ لوگ شریعت الٰہیہ سے مُنہ موڑنے والے پکارتے ہیں وہ تو خود ہی نجات کیلئے وسیلہ کی طلبگار ہیں۔ خواہ ان میں سے کوئی کتنا ہی کیوں نہ مقرب بارگاہ الٰہی ہو اگر ایک طرف اسکی رحمت کے امیدوار ہیں۔ تو دوسری طرف اس کے قہر و جلال کے رُعب سے خائف بھی ہیں۔ کیونکہ اسکے عذاب سے کوئی شخص نڈر نہیں رہ سکتا۔

جوابِ شبہ پنجم

وما منعنا ان نرسل بالاٰیات الا ان کذب بہا الاولون واٰتینا ثمود الناقة مبصرة فظلموا بہا وما نرسل بالاٰیات الا تخویفاً (ع ۵۹)

اور ہمیں کسی چیز نے نشانات بھیجنے سے نہیں روکا مگر وہاں (پہلوں) نے بھی نہیں جھٹلایا اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی بصیرت پیدا کرنے والا نشان دیا سو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشان صرف ڈرانے کو بھیجتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واذقلنا لك ان ربّك احاط بالناس وما
جعلنا الرؤيا التى ارينٰك الافتنة
للناس والشجرة الملعونة فى القراٰن
ونخوفهم فما يزيدهم الا
طغيانا كبيرا (ع۶)

اور جب ہم نے تجھے کہا کہ تیرے رب نے لوگوں کا احاطہ کیا ہُوا ہے
اور ہم نے اس رؤیا کو جو تجھے دکھایا صرف لوگوں کیلئے آزمائش بنایا
اور اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے
اور ہم انہیں خوف دلاتے ہیں مگر اس سے ان کی
سرکشی اور بھی بڑھتی ہے۔

مخالفین کی طرف سے پانچواں شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ جب یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اور اس کا لانے والا نبی سچا ہے تو ہمیں اپنی صداقت کے لئے معجزات دکھلائے۔ اعجازی نشانات کے دیکھنے پر ہم ضرور ایمان لائینگے چنانچہ ان کی اس استدعا کی تصریح بھی دوسرے موقعہ پر ملتی ہے۔

واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لئن جاءتھم
اٰیة لیؤمنن بھا (انعام آیت ع۱۱)

یہ لوگ بڑے زور سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے
پاس کوئی نشان آئے تو ضرور اُسپر ایمان لائینگے۔

اس شبہ کے متعدّد جواب دیئے جاتے ہیں:۔

جواب اوّل:۔ وما منعنا ان نرسل بالاٰیات الخ یعنی اعجازی نشانات کے بھیجنے سے ہمیں کوئی چیز مانع نہیں جس طرح گذشتہ انبیاءؑ کے عہد میں نشان دکھائے گئے۔ اسی طرح اب بھی دکھائے جائینگے۔ مگر معاندین اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں کہ ہم انہیں دیکھ کر ضرور ایمان لائینگے۔ پہلی قوموں نے بھی وعدہ کیا مگر معجزات دیکھنے پر انہیں جھٹلادیا۔ دوسرے مقامات میں فرمایا:۔

قل انما الاٰیات عند اللّٰہ وما یشعرکم
انھا اذا جاءت لا یؤمنون (انعام ع۱۱)

کہدو نشان تو اللہ کے پاس ہیں اور تمھیں کیا خبر ہے۔
جب وہ آئینگے تو یہ لوگ ایمان نہیں لائینگے۔

وما تاتیھم من اٰیة من اٰیات ربھم الا کانوا
عنھا معرضین فقد کذبوا بالحق لما جاءھم
فسوف یاتیھم انبٰؤا ما کانوا بہ
یستھزءون (انعام ع۱ ۵)

اور کوئی نشان اپنے رب کے نشانوں میں سے انکے پاس نہیں آتا
مگر وہ اس سے مُنہ پھیرنے والے ہوجاتے ہیں اور جب انکے پاس
حق آیا تو یقیناً انہوں نے اسے جُھٹلادیا۔ سو انکے پاس اسکی
خبریں بھی آ رہینگی جس پر وہ ہنسی کرتے تھے۔

وان یروا کل اٰیة لا یؤمنوا بھا حتّٰی اذا
جاءوک یجادلونک یقول الذین کفروا
ان ھٰذا الا اساطیر الاوّلین
(انعام ع۳۵)

اور اگر یہ سارے نشان بھی دیکھ لیں تو ان پر ایمان
نہ لائینگے یہاں تک کہ جب تیرے پاس آتے ہیں
تو تجھ سے جھگڑتے ہیں۔ کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ
تو فقط پہلوں کی کہانیاں ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ولو اننا نزلنا الیھم الملائکۃ وکلمھم الموتی وحشرنا علیھم کل شیٔ قبلاً ما کانوا لیؤمنوا الا ان یشاء اللّٰہ ولکن اکثرھم یجھلون (انعام ع ۱۱۵)

اور اگر ہم ان پر فرشتے نازل کرتے اور مُردے ان سے باتیں کرتے اور سب چیزوں کو ہم انکے سامنے لا اکٹھا کرتے تو تب بھی وہ ایمان نہ لاتے سوائے اس کے کہ اللہ چاہے لیکن ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔

ولئن جئتھم بآیۃ لیقولن الذین کفروا ان انتم الا مبطلون (الروم ع ۵۸)

اور اگر تو ان کے پاس نشان لائے تو جو کافر ہیں وہ کہدینگے کہ تم تو دھوکہ باز ہو۔

ان ارشادات کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان لانے کے لئے اعجازی نشانات کا طلب کرنا ٹھیک نہیں۔ بلکہ معیار صداقت نبی دراصل اس کی تعلیم ہے۔ جو بصیرت افزا قوانین اور روشن حجج و براہین کے ذریعہ دیتا ہے۔ مگر یہ بھی قانون الٰہی ہے کہ جب ایسی بصیرت پیدا کرنیوالی صاف اور واضح تعلیم کی مخالفت پر معاند ہستیاں اُتر آتی ہیں۔ اور شریعت الٰہیہ کی توہین اور شعائر الٰہیہ کی تذلیل پر کمربستہ ہو جاتی ہیں۔ تو اس وقت انہیں اعجازی نشانات اور قہری تجلّیات کا نظارہ بھی کرایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی ایک کڑی قوم ثمود ہے جنہیں بصیرت پیدا کرنے کے لئے شعار الٰہی (اونٹنی) دیا گیا تاکہ اس کے ذریعہ ان میں اطاعت حکم الٰہی اور تعظیم ملّت حقّہ کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اسی مقصد کا تذکرہ دوسرے موقعہ پر یوں ہے:۔

ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب (الحج ع ۳۲) مگر اس بدبخت قوم نے بجائے تعظیم کے اسکی بے حرمتی کی۔ وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بھا۔ پس اس وقت انہیں بھی قہری نشانات کا نظارہ کرا دیا گیا۔ چنانچہ سورۂ شعراء میں ہے۔ فاخذھم العذاب ان فی ذٰلک لآیۃ وما کان اکثرھم مؤمنین۔

پس خلاصہ کلام یہ کہ ایمان لانے کے لئے معجزات کا طلب کرنا صحیح نہیں کیونکہ پہلی قومیں بھی معجزات دیکھ کر ایمان سے محروم رہیں۔ لہٰذا اگر صدق دل سے نبی کی صداقت کو جانچنا چاہتے ہو تو اس کی ذاتی لائف اور اس کی تعلیم میں جو حجج و براہین کے ذریعہ سے وہ پیش کرتا ہے غور کرو۔ اسی مضمون کی طرف کئی ایک اور مقامات میں بھی توجہ دلائی گئی ہے۔

وقالوا لولا یأتینا بآیۃ من ربہ اولم تأتھم بینۃ ما فی الصحف الاولیٰ (طٰہٰ ع ۱۳۳)

اور کہتے ہیں ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں لاتا کیا انکے پاس اسکی کوئی کھلی دلیل نہیں آچکی جو پہلے صحیفوں میں ہے۔

اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیھم (عنکبوت ع ۵۱)

کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر وہ کتاب اُتاری ہے جو انپر پڑھی جاتی ہے۔

اولم یکن لھم آیۃ ان یعلمہ علمٰٓؤا بنی اسرائیل (شعراء ع ۱۹۷)

کیا ان کیلئے یہ نشان کافی نہیں کہ بنی اسرائیل کے عالم اسے جانتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جواب دوم — فلسفۂ معجزات

وما نرسل بالاٰیات الا تخویفا۔ یہ دوسرا جواب ہے جس میں معجزات کے فلسفہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یا یُوں کہو کہ پہلے جواب پر ایک شبہ وارد ہوتا تھا اس کا دفعیہ کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ جب معجزات معیار فیصلہ نہیں تو انہیں معجزات دیئے کیوں جاتے ہیں۔ گویا یہ فلسفۂ معجزات کا سوال ہے۔ جس کا جواب یُوں دیا جاتا ہے کہ معجزات کا نزول بے قاعدہ اور فرمائشی نہیں ہوتا کہ جب کسی نے کسی قسم کا معجزہ طلب کیا فوراً اسے دکھا دیا گیا۔ خواہ اس سے نتیجہ برآمد ہو یا نہ ہو۔ نہیں بلکہ معجزات کا وقوع ایک خاص مقصد کیلئے ہوتا ہے جو خاص قانون کے ماتحت ہوتا ہے۔ جب تک اس مقصد اور اس قانون کی اقتضاء سے معجزہ کے ظہور کی ضرورت نہ ہو معجزہ وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ اور وہ مقصد تخویف ہے۔ یعنی ان مخالفین اور معاندین کو اعجازی نشانات کے ذریعہ مرعوب کر دینا۔ جب معاندین کی سرکشی اور طغیانی حد سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اور وہ اپنے مادّی و ظاہری ہتھیاروں سے کامل طور پر مسلح ہو کر نبی اور اس کی جماعت کے مٹانے اور اس کی شریعت کی بیخکنی پر تل جاتے ہیں۔ ادھر نبی کے پاس تو فوجی جمعیت ہوتی ہے۔ اور نہ ظاہری آلات و سلاح کی نمود تو اب ایسے وقت نبی اور اس کی جماعت کی حفاظت کیلئے عالم غیب سے ان زبردست افواج روحانیہ کا نزول شروع ہوتا ہے۔ جن سے معاندین کی قُوّت متخیلہ کو مرعوب کیا جاتا اور ان کی فرعونیت کو توڑا جاتا ہے پس اس وقت یا تو وہ اپنے عزائم سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ یا اگر مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں تو ان رُوحانی قوتوں کے ذریعہ پاش پاش کر دیئے جاتے ہیں۔ سورۂ انبیاءؑ میں اس کا ذکر ہے:-

وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ وانشأنا بعدھا قوماً اٰخرین فلما احسوا بأسنا اذا ھم منھا یرکضون لا ترکضوا وارجعوا الیٰ ما اترفتم فیہ ومساکنکم لعلکم تسئلون قالوا یٰویلنا انا کنا ظالمین فما زالت تلک دعوٰھم حتّٰی جعلناھم حصیداً خامدین (الانبیاء ع۱ تا ۱۵)	کتنی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جن کے لوگ ظالم تھے اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو کھڑا کر دیا پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو اس سے بھاگنے لگے۔ (جس پر ہم نے کہا) بھاگو مت اور وہیں جاؤ جہاں تمہیں آرام دیا گیا تھا اور اپنے مکانوں کی طرف تاکہ تم سے سوال کیا جائے۔ کہنے لگے ہائے ہم پر افسوس ہم ظالم تھے۔ سو یہی ان کی پکار رہی۔ یہانتک کہ ہم نے انہیں کاٹ کر ٹھنڈا کر دیا۔

انہی اعجازی نشانات اور رُوحانی اقتدارات کی بنا پر یہ وعدے دیئے جاتے ہیں:-

واللّٰہ یعصمک من الناس (المائدہ ع۶۷)	اللہ تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھیگا۔
لا تخف انک انت الاعلیٰ (طٰہٰ ع۶۸)	مت ڈر یقیناً تُو ہی غالب ہے۔
سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب (اٰل عمران ع۱۵۱)	عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رُعب ڈال دینگے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قانون معجزات:- معجزات کا قانون یہ ہے کہ جو استعداد نبی میں ہوتی ہے۔ اس کے مطابق روحانی قوتوں کے ذریعہ مادی اسباب میں تغیر پیدا ہو کر واقعہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ تقریب ذہنی کے لئے اسے یوں سمجھو کہ جس طرح انسان کی قوت ارادیہ میں ایسی تاثیر ہے کہ جب اس پر زور دیا جائے تو اس کے ذریعہ سے ایسے امور پیدا ہو سکتے ہیں جو طبعی اسباب کی رُو سے خوارق کہلائے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی رُوحانی توجہات جب متضرعانہ دُعاؤں سے آستانۂ اُلوہیت پر گرتی ہیں تو عالم رُوحانیات میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیتی ہیں۔ پس اس رُوحانی انقلاب کی تاثیرات سے مافوق الطبیعی اصول کے ماتحت اعجازانہ طور سے طبعی اسباب کی ناساعدت دُور ہو جاتی ہے۔ نظر دقیق سے غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ معجزات سلسلۂ اسباب سے خارج نہیں بلکہ ان کے واسطے ایسے دقیق و لطیف اسباب ہوتے ہیں۔ جن پر عام عقول بشری کی نظریں نہیں پڑ سکتیں۔ اس لئے انہیں خارق سمجھتے ہیں۔ مگر حقیقت بین نگاہوں کے نزدیک وہ خوارق نہیں ہوتے۔ بلکہ سلسلۂ روحانیت کے روابط ہوتے ہیں۔ اور یہی محققین کا مذہب ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں:-

ومن المتحقق عندنا انه لم يترك الاسباب ولن يترك ولن تجد لسنة الله تبديلاً انما المعجزات والكرامات امور اسبابية غلب عليها السبوغ فباينت سائر الاسبابيات

ہمارے نزدیک یہ ثابت شدہ امر ہے کہ اسباب اب تک نہ کبھی ترک ہوئے اور نہ آئندہ ترک ہونگے اور تجھے اللہ تعالیٰ کی سُنت میں تبدیلی ہرگز نہیں ملیگی معجزات اور کرامات تو صرف اسبابی امور ہیں جن پر کمال غالب ہوتا ہے سوا سے جو دوسرے اسبابیات سے مغائر نظر آتے ہیں۔

جواب سوم:- وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ **معجزات کی دوسری حکمت** معجزات لوگوں کی استعداد کو مدِّ نظر رکھ کر دیئے جاتے ہیں۔ ہر قرن میں جن معجزات سے استفادہ حاصل کرنے کی قوم میں استعداد ہوتی ہے۔ اسی قسم کے معجزات دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں چونکہ سحر کا عام چرچا تھا اس لئے ان کو اس قسم کے معجزات بھی دیئے گئے جو سحر سے مشابہ تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں طب کا نہایت زور تھا اس بنا پر ان کو وہ معجزات عطا کئے گئے جن کا تعلق طب سے تھا۔ عرب کو اپنی زبان آوری اور فصاحت پر ناز تھا۔ قرآن مجید کے اعجاز بیان نے ان کے اس غرور کو توڑ دیا۔ ایسا ہی موجودہ زمانہ میں جبکہ دہریت والحاد کا زور اور مادی علم و حکمت کا شور تھا اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موجودہ زمانہ کے مناسب حال اعجازی نشانات کے ساتھ مبعوث فرما کر حقیقی حکمت کے وہ راز بتلائے جن کی تاثیر سے مرکز الحاد (یوروپ) سے بھی اعتراف و تحسین کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ پس جب معجزات استعدادات کے مطابق دیئے جاتے ہیں اور ہم اوّل (دیکھو العلم یکم اگست ۳۳ء) میں بتا چکے ہیں کہ تمھاری استعداد کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہم ہی بخوبی جانتے ہیں۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ چونکہ تمہاری استعداد ان معجزات کے قابل نہیں جو تم چاہتے ہو۔ اسلئے وہ معجزے نہیں دیئے جاتے۔ اور تفصیل اس کی یوں ہے کہ معجزات سے اصل مقصود تو قوم کو خوف دلانا اور مرعوب کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ گذرا۔ لیکن اس تخویف کے دو نوع ہیں۔ ایکؔ وہ جس کا ذکر اوپر ہوا یعنی وہ تخویف جسکے ذریعہ نبی اور اسکی جماعت کی حفاظت منظور ہو۔ دوم وہ تخویف جس سے مقصود فقط ان اشخاص کی قوّت متخیلہ کو متأثر و مرعوب کرکے نور ایمان کی چمک دکھانا ہو جن کی قوّتِ عاقلہ تو دلائل یقینیہ کی وجہ سے اس نبی کی حقانیت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہو مگر قوت متخیلہ و واہمہ اس کے ایمان لانے میں سد راہ بنے اور چونکہ متخیلہ عموماً عاقلہ پر اپنا اقتدار رکھتی ہے، اس لئے قوت عاقلہ اس کے مقابلہ میں مغلوب ہو کر تسلیم کرنے سے باز رہتی ہے۔ اسی بنا پر جب انبیاء علیہم السلام کی تعلیم لوگوں کے قلوب میں اثر کرنے لگتی ہے اور باوجودیکہ عقل بھی باور کرنے پر تیار ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ متخیلہ کے شبہات و وساوس کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس لئے قوتِ عاقلہ جن نتائج پر پہنچتی ہے۔ ان کو مضمحل کرنے کیلئے ان شبہات کا زور پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار نبی کو ساحر کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی تعلیم دلوں پر پورا اثر کرتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ان کے آباء و اجداد کی تقلید کے شبہات بھی پیش رہتے ہیں ؁

پس اللہ تعالیٰ اپنے لامحدود علم سے جانتا ہے کہ وہ کونسی طبائع ہیں جن میں فقط متخیلہ کے شبہات مانع ہیں۔ اگر ان کی متخیلہ کو متأثر کیا جائے تو وہ بھی مطیع و منقاد ہو سکتی ہیں۔ اس لئے جن میں مادہ دیکھتا ہے تو بمقتضائے حکمت ان طبائع کو جن کی قوائے عقلیہ تو مطیع ہو چکی ہیں لیکن فقط قوائے متخیلہ متمرد ہیں۔ ان کی سرکشی توڑنے اور ان پر اثر ڈالنے کیلئے معجزہ ظاہر کیا جاتا ہے ؁

واضح رہے کہ سب طبائع کی قوّت متخیلہ معجزہ سے متأثر ہو کر منقاد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ جن کے قوائے متخیلہ اور عاقلہ میں ایسی نسبت ہو کہ معجزہ کے متخیلہ پر اثر ڈالنے کے بعد اس کی قوّت کے نمبر عاقلہ کے نمبروں سے کم رہ جائیں۔ مثلاً معجزات کے ذریعہ ۵۰ درجہ کا اثر پڑتا ہے۔ اور عاقلہ میں ۸۰ درجہ کی قوّت ہے۔ اور متخیلہ میں ۱۰۰ اگر قوت ہو تو معجزہ کے اثر ڈالنے کے بعد متخیلہ کی قوّت ۵۰ درجہ رہ جائیگی جو عاقلہ کی قوّت سے کم ہے۔ پس اسوقت یہ معجزہ مفید ہوگا۔ اور اگر متخیلہ میں ۱۵۰ نمبر کی قوّت ہو تو اسوقت معجزہ مفید نہ ہوگا۔ اس لئے اس کے نزول کی بھی ضرورت نہیں۔ اور بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی عاقلہ متخیلہ سے ابتداءً ہی غالب ہوتی ہے۔ اور متخیلہ کا ان پر اثر نہیں پڑ سکتا۔ پس جب وہ اپنے ضمیر و کانشنس سے کسی چیز کی حقانیت کو معلوم کر لیتے ہیں تو فوراً اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ اور ان کی راہ تسلیم میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔ پس ان کے لئے بھی معجزہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں ان کے ایمان کی زیادتی کا باعث ضرور ہے۔ نوع انسانی کے ان مختلف اصناف کا ذکر دوسرے موقعہ پر یوں ہے:-

86
Digitized by Khilafat Library Rabwah

فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات (الفاطر ع ۳۲) — بعض ان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنیوالے ہیں اور بعض میانہ رو ہیں اور بعض نیکیوں میں بڑھ جانیوالے ہیں۔

پس چونکہ طبائع مختلف ہیں ان کا حقیقی مزاج شناس اور ان کے مختلف قوائے کے پورے طور پر مناسب اعداد سے واقف سوائے ذات علام الغیوب کے کوئی دوسرا نہیں۔ اسلئے معجزات کے حقیقی نقطۂ نزول کو بھی اس ذات کے سوا دوسرا کوئی نہیں جان سکتا۔ اسی کی طرف ان ربك احاط بالناس میں اشارہ ہے۔ رہا یہ امر کہ معجزات سے کون لوگ فائدہ اٹھاتے اور کون محروم رہتے ہیں۔ سو اس کی تفصیل بھی قرآن مجید نے کر دی ہے:۔

(۱) قسم اوّل۔ معجزات سے استفادہ وہ لوگ کرتے ہیں جن کے اندر نور ایمان اور جذبۂ اطاعت و انقیاد ہو۔

انما يؤمن بآياتنا الذين اذا ذكروا بها خرّوا سجدًا وسبحوا بحمد ربهم وهم لا يستكبرون (السجدہ) — ہمارے نشانوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ یاد دلائے جاتی ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

(۲) قسم دوم۔ وہ لوگ جو نشانات اعجازی دیکھنے پر بھی نعمت ایمان سے محروم رہتے ہیں حسب ذیل ہیں:۔

(الف) وہ لوگ جنہوں نے جذبۂ فطری اور نور ایمانی کو بجھا دیا ہے۔

وما تغني الآيات والنذر عن قوم لا يؤمنون (یونس ع ۱۰۱) — نشانات الٰہی اور ڈرانیوالے مامورین ان لوگوں کے کچھ کام نہیں آتے جو ایمان نہیں لاتے۔

(ب) جن کے دلوں پر جذبۂ فطری کو ضائع کرنیکی وجہ سے جہالت کی تہیں چڑھکر مہر الٰہی لگ گئی ہو۔

ولئن جئتهم بآية ليقولن الذين كفروا ان انتم الا مبطلون كذٰلك يطبع الله على قلوب الذين لا يعلمون (الروم ع ۵۹) — اگر تو ان کے پاس نشان لائے تو جو کافر ہیں کہدینگے کہ تم تو صرف دھوکا دینے والے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے جو نہیں جانتے۔

(ج) جنہوں نے عناد و تکبر سے دل کو قبول حق سے عمداً پھیر رکھا ہو۔

ساصرف عن آياتي الذين يتكبرون في الارض بغير الحق وان يروا كل آية لا يؤمنوا بها (اعراف ع ۱۴۶) — مَیں اپنے نشانات سے (استفادہ کی توفیق سے) ان لوگوں کو پھیر دونگا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ ہر ایک نشان بھی دیکھ لیں تو اس پر ایمان نہیں لائینگے۔

(باقی دارد)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اوّل - اریانی یا ایرین - جس میں سنسکرت - فارسی - فرنچ اور لاطینی زبانیں شامل ہیں - دوم - تورانی یا ٹیرین جس میں چینی یا تاتاری اور ترکی وغیرہ شامل ہیں - سوم - سامی یا سیمیٹک اور اس میں عربی زبان داخل ہے جس پر میرا مضمون ہے :

دلیل اوّل - پہلی دلیل اس امر کی کہ عربی زبان ام الالسنہ ہے - یہ ہے - کہ قرآن مجید میں متعدّد بار عربی کے ذکر کے ساتھ مُبین لایا گیا ہے - اور مُبین کے معنی بیان کرنا - اور وضاحت کرنے کے ہیں - اور اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے - کہ عربی زبان میں ہی یہ خصوصیت ہے - کہ وہ ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے اور ام الالسنہ ہو کر دوسری زبانوں کو بھی یہی بیان کرنے والی ہے - اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آیت لتنذر اُمّ القریٰ ومَن حولھا میں مکّہ معظّمہ کو یہ فضیلت دی کہ اس کو اُمّ القریٰ قرار دیا - اور قرآن مجید کو اس فضیلت سے ممتاز کیا کہ اس کو کامل کتاب کہا اور اُمّ الکتٰب بنی - اور اس کے مہبط وحی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم (فداہ روحی) کو خاتم النبیین کہا - اسی طرح عربی زبان جیسی کلام مجید کا نزول ہُوا اس کو اُمّ الالسنہ ہونے کی خصوصیّت سے سرفراز فرمایا - اور اسی وجہ سے کہ عربی زبان ایک کامل اور وسیع زبان ہے - اور ہر قسم کی فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہے - عرب لوگ دوسروں کو عجم کہتے تھے اور خود عرب کہلاتے تھے جس کے معنی لُغۃً[1] الافصاح فی التکلّم والسوال والجواب کے ہیں - اور اعرب الرجل کہا جاتا ہے جبکہ انسان کا کلام خوب واضح اور فصیح ہو - اور اس میں کسی قسم کی پیچیدگی نہ ہو - قرآن مجید کی آیات جن میں عربی کے مبین ہونیکا بیان ہے - حسب ذیل ہیں :-

(۱) الٓر[2] - تلك اٰیٰت الکتٰب المبین - انّا انزلنٰه قرءٰنًا عربیًا لعلّکم تعقلون ۝ (۲) ولقد ضربنا[3] للناس فی ھٰذا القراٰن من کلّ مثلٍ لعلّھم یتذکّرون - قرءٰنًا عربیًا غیر ذی عوجٍ لعلّھم یتّقون (۳) کِتٰبٌ[4] فُصّلت اٰیاته قرءٰنًا عربیًا لقومٍ یعلمون (۴) حٰمٓ[5] والکتٰب المبین - انّا جعلنٰه قرءٰنًا عربیًا لعلّکم تعقلون - (۵) وھٰذا[6] کتٰبٌ مصدّقٌ لسانًا عربیًا (۶) نزل[7] به الروح الامین علیٰ قلبك لتکون من المنذرین بلسانٍ عربیٍ مبینٍ (۷) لسان[8] الذی یلحدون الیه اعجمیٌ وھٰذا لسان عربیٌ مبین ۝

اس کے علاوہ حدیث شریف سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابتدائی زبان عربی ہی تھی - چنانچہ

---

[1] لسان العرب و تاج العروس - [2] سورۃ یوسف - [3] زمر - [4] حٰمٓ - [5] سجدہ - [6] زخرف - [7] احقاف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اہل عرب کے مذہبی معتقدات قبل از بعثت سرور کائنات

کون نہیں جانتا کہ بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل عرب میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ اور اسوقت کا تمدّن اور دیگر حالات سخت حیرت انگیز تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم کی قوّتِ قدسیہ کی بدولت جو انقلابات رُونما ہوئے ہیں اگر ان کا نقشہ پیش نظر رکھ کر زمانۂ جاہلیت سے موازنہ کیا جائے تو اس بابرکت ذات کے اعجاز قدسی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مذہب چونکہ تمدّن کی جڑ ہے یا یوں کہیئے کہ مذہب بمنزلۂ مادر ہے جس سے متمدّن لوگ پیدا ہو کر صحیح تمدّن کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اس لئے جاہلیّت کے تمدّن کا ذکر کرتے ہوئے پہلے اسوقت کی مذہبی حالت کا بیان از بس ضروری ہے۔

سو جاننا چاہیئے کہ زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب کا سب سے مشہور مذہب بُت پرستی تھا اس لئے ہم بھی سب سے پہلے اسی کا ذکر کرینگے۔

عرب میں سب سے پہلے بُت پرستی کی ابتدا کرنیوالا اور اس شرک کی بنیاد رکھنے والا عمرو ابن لحی تھا۔[۵۱] بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ مکّہ معظمہ میں سردار تھا۔ اس نے ایک دفعہ مُلک شام کا سفر کیا دَوران سفر میں اسے شہر بلقا میں جانے کا اتفاق ہُوا وہاں کے لوگ بُت پرست تھے انہیں بُتوں کی پُوجا کرتے دیکھ کر عمرو کو بہت حیرانی ہوئی۔ جب اس نے اُن لوگوں سے وجہ دریافت کی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ یہ ہماری حاجت روائی کرتے ہیں مثلاً بارش برساتے ہیں۔ غلّہ اُگاتے ہیں غرض ہر طریقہ سے ہماری مشکل کشائی کرتے ہیں عمرو کو عبادت کے یہ اصول پسند آگئے اور کسی طرح سے چند بُت حاصل کر لئے۔ اور عرب میں واپس آکر خانہ کعبہ میں رکھ دیئے۔ اور طریقِ عبادت بتا کر عوام کو بُت پرستی کی طرف توجہ دلائی۔ عربوں نے جو یہ نیا طریق عبادت سُنا تو بلا سوچے سمجھے عبادت شروع کر دی۔ عمرو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ اور عرب کی بُت پرستی کا بانی ٹھیرا۔ یہ شرک آہستہ آہستہ اسقدر بڑھتا گیا کہ اہل عرب خدائے واحد کا نام تک سُننا بھی گوارہ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ۔[۵۲] جب خدا تعالیٰ کی توحید کا ذکر کیا جائے تو منکرین قیامت ناک بھوں

---

[۵۱] تاریخ امم اسلامیہ جزو اوّل ص۲۶ مطبوعہ مصر۔ [۵۲] سورۃ زمر آیت ۴۵۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چڑھاتے ہیں اور بتوں کے ذکر پر بہت خوش ہوتے ہیں۔

بعض بڑے بڑے بتوں کا ذکر

عمرو ابن لحی کی تحریک کے بعد آہستہ آہستہ تمام عرب میں بت پرستی شروع ہوگئی اور توحید کا نقش کالعدم ہوتا گیا۔ ۵

بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی ؛ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی

یوں تو ہر قبیلے اور ہر خاندان کا بتوں کی صورت میں اپنا اپنا خدا الگ تھا۔ لیکن ان میں سے بعض بڑے بڑے اصنام کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

ھُبَل۔ یہ بت خانہ کعبہ پر نصب تھا جسے خزیمہ بن مدرک ایک شخص نے نصب کیا تھا۔ یہ بت انسانی شکل پر سرخ سنگِ مرمر سے تیار کیا گیا تھا۔ داہنا ہاتھ کٹ چکا تھا اور قریش نے اس کی بجائے سونے کا ہاتھ بنا کر جوڑ دیا تھا۔

عُزّیٰ۔ یہ قریش کے نزدیک تمام بتوں سے بڑا بت تھا مکہ سے عراق جاتے ہوئے ۹ میل کے فاصلہ پر وادیٔ فوق الذات میں منصوب تھا اس پر قریش نے ایک نفیس عمارت بنوائی ہوئی تھی۔ قریش اس سے بہت عقیدت رکھتے تھے جس طرح خدا کے نام پر عبداللہ۔ عبدالرحیم اور عبدالرحمٰن وغیرہ نام رکھے جاتے ہیں۔ اسی طرح قریش عبدالعزّیٰ وغیرہ نام رکھا کرتے تھے گویا اسے پورا خدا جانتے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ کے پڑدادے کا نام بھی عبدالعزّیٰ ہی تھا۔ اس کے مجاور بنی سُلیم تھے۔

لات۔ مربعہ شکل کی سل تھی۔ کسی جگہ کا تبرک تھا اگرچہ یہ خاص شکل کا بت نہ تھا مگر بتوں کی طرح پوجا جاتا تھا اس کے مجاور بنو ثقیف تھے۔ قریش اس کے پجاری بھی تھے۔ یہ بت مقام طائف میں تھا۔

مناۃ۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان قدید جگہ میں نصب تھا۔ تمام اہل عرب اسے عزت کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ خصوصاً اوس اور خزرج قبیلے تو اس کے یہاں تک گرویدہ تھے کہ اسکے نام پر قربانی بھی کرتے تھے۔

قرآن شریف میں بھی ان بتوں کا ذکر آتا ہے ملاحظہ ہو۔ افرأیتم اللّٰت والعزّیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ

ان کے علاوہ پانچ اور ہیں جن کا قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں ذکر آیا ہے :۔

وقالوا لا تذرنّ اٰلھتکم ولا تذرنّ ودًّا ولا سواعًا ولا یغوث و یعوق و نسرًا ۵۲

وُدّ۔ ایک ایسا بت تھا جو کہ فوجی اسلحہ سے مسلح تھا یعنی تیر و کمان، تلوار وغیرہ کے علاوہ نہایت ہی عمدہ لباس میں ملبوس کیا گیا تھا۔ غالباً یہ عرب لوگوں کو جنگ پر ابھارنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

سواع۔ یہ ھُذیل قبیلے کا بت مقام رہاط میں منصوب تھا۔ بنی ہذیل کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ اس کی پوجا کرتے تھے۔ لیکن مجاورت بنو لحیان کے پاس تھی۔

یغوث۔ بنو مذحج اور اہل جرش اس کے خاص پوجاری تھے۔ ان کے علاوہ اہل یمن اور ہمدان بھی معتقد تھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نسر۔ یہ بت معدیکرب ایک شخص (جو کہ ذی رعین قبیلہ سے تھا) اس کی مجاورت میں تھا۔ معتبر مؤرخین کا بیان ہے کہ ان بتوں کی پوجا حضرت نوحؑ کے زمانے سے ہوتی تھی۔ اور قرآن کریم سے وضاحت کے ساتھ اس واقعہ کی شہادت ملتی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہے۔

اِن بُتوں کے علاوہ اور بھی تھے۔ مگر خاص طور پر قابل ذکر یہی ہیں۔ ایک بُت ذوالخلصۃ کے نام سے مشہور تھا۔ جو کہ سفید سنگ مرمر کا تھا۔ اس پر عمامہ کی مانند ایک تاج بنا کر رکھا گیا تھا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے ذرا قریب واقعہ تھا۔ اس پر خثعم۔ دوس اور بجیلہ قبیلے والے چڑھاوے چڑھاتے تھے اس کے علاوہ اور بھی کئی خاص خاص بُت خانے تھے خاص کعبہ شریف میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بُت تھے جن میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کی شکلیں بھی تھیں۔ عرب اِن بتوں پر چڑھاووں کے علاوہ قربانیاں کرتے تھے۔ مثلاً اگر کوئی بیمار ہو جاتا یا کسی اور مرض مہلکہ میں مبتلا ہوتا یا کسی خاص امر میں کامیابی مطلوب ہوتی تو وہ نذر مانتا کہ اگر مجھ کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہوئی تو میں فلاں بُت کے نام پر اونٹ یا سانڈنی نذر کرونگا جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا تو اس دن سے نشان شدہ اونٹ فارغ کر دیا جاتا تھا۔ اس اونٹ یا سانڈنی کو سائبہ کہتے تھے۔ جو اونٹنی ایک دفعہ دو ۲ بچے دیتی اور ان میں سے ایک نر اور ایک مادہ ہوتا تو مادہ کو کسی بُت کے نام سے آزاد کر کے اس کا نام وصیلہ رکھتے۔ اور اگر کسی سانڈ سے گابھن شدہ اونٹنیاں دس مادہ بچے جن لیتیں تو پھر اس سانڈ کو کسی بُت کے نام پر چھوڑ دیتے اسے حامی کہتے تھے۔ اسی طرح بعض لوگ کچھ اونٹنیاں محض مہمانوں کے لئے وقف کر دیتے تھے یعنی اُن کا دودھ سوائے مہمانوں کے کوئی نہ پیتا یا وہ اونٹ کسی بُت کی خدمت کیلئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کی اُون بھی کوئی نہیں کترتا تھا ایسی سانڈنیوں کے کان پھاڑ دیتے اور بحیرہ نام رکھتے تھے[۲] قرآن کریم نے سورہ مائدہ میں یہ سب نذریں ممنوع قرار دی ہیں (ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام[۳]) خدا نے بحیرہ نہ سائبہ نہ وصیلہ اور نہ حام بنانے کا حکم دیا ہے عرب لوگ ان تمام بتوں کی عبادت اس لئے کرتے تھے کہ یہ (بت) خدا تعالیٰ کے قریب ہونے اور مقبول ہونیکا ذریعہ ہیں چنانچہ کفار نے آنحضرت صلعم کو یہی جواب دیا تھا۔ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ[۴] کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں بتوں کی پوجا کے علاوہ وہ بذریعہ ازلام بھی قسمت آزمائی کرتے تھے وہ اس طرح کہ ایک بے پر تیر لیکر اس پر لفظ امر یا افعل لکھ دیتے تھے (افعل کے معنے ہیں کر گذرو) اور دوسرے پر نہیں یا لاتفعل (یعنی مت کرو) لکھکر خانہ کعبہ میں رکھ دیتے تھے۔ جب کسی اہم امر کا قصد کرتے تو کعبہ کے متولی سے کہتے کہ ازلام سے

۱؎ بخاری شریف۔ ۲؎ یہ تفسیر ابن ہشام نے کی ہے بحوالہ محاضرت حصہ اول مطبوعہ مصر ص۳۶۔ ۳؎ المائدہ ع۱۴ ۴؎ ۵؎ زمر آیت ۳۰

88
Digitized by Khilafat Library Rabwah

معلوم کرو۔ وہ اندر جا کر ایک تیر لے آتا۔ اگر وہ تیر"نہیں" والا ہوتا تو اس کام سے ہٹ جاتے اور اگر "امر" والا تیر ہوتا تو وہ کام فوراً کر لیتے تھے۔

حج خانہ کعبہ باوجود اس قدر بت پرستی اور قسم قسم کے شرکوں میں مبتلا ہونے کے پھر بھی خانہ کعبہ کی بہت عظمت کرتے اور سال بسال حج کو آتے تھے۔

حُمس اور طواف عریان لیکن اس حج میں بھی قریش اپنے آپ کو تمام عرب سے زیادہ معزز خیال کرتے ہوئے عرفہ میں نہیں ٹھیرتے تھے[1] اور اپنا نام حُمس رکھتے تھے باہر والوں کے خیموں میں نہیں ٹھیرتے تھے۔ باہر سے آنیوالے پر واجب ہوتا تھا کہ وہ اہل حُمس (قریش مکّہ) کے کپڑوں میں طواف کرے اگر کپڑے (اہل حمس کے) نہ مل سکیں تو پھر ننگے بدن طواف کرتے تھے۔ چنانچہ کئی مشرکین مرد اور عورتیں بالکل برہنہ ہو کر طواف کرتی تھیں لیکن بعض معزز لوگوں کو حمس سے کپڑے نہ ملنے کی صورت میں اپنے کپڑے میں طواف کرنے کی اجازت دی جاتی تھی ایسا کرنیوالا طواف کے بعد وہ کپڑے اُتار دیتا تھا اور پھر انہیں کوئی بھی استعمال نہیں کرتا تھا۔ اُن کپڑوں کو اَلّقی[2] کہتے تھے۔

قرآن کریم میں ان دونو رسموں کا انسداد کیا گیا ہے (ثم افیضوا من حیث افاض الناس) کہ جہاں سے اور لوگ شروع کرتے ہیں (اے اہل حُمس یا قریش) تم بھی وہیں سے شروع کیا کرو یعنی عرفات سے ہوتے ہوئے آیا کرو۔ پھر ننگے طواف کرنے سے منع فرمایا قل مَنْ حرّم زینة اللّٰہ الّتی اَخْرج لعبادہ والطیّبٰت مِن الرِزق۔ کہ کس نے اللہ تعالےٰ کی اس زینت کو حرام کر دیا۔ جو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہے اور کس نے اُن طیبات کو حرام کیا ہے؛ اپنے کپڑوں میں طواف کرنے کے لئے فرمایا۔ یا بنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجدٍ (اپنی اپنی زینت (لباس) ہر ایک خانہ خدا کے پاس زیب تن کیا کرو۔

قضاؤ قدر سے انکار بعض عرب قضاؤ قدر کے مُنکر تھے اور کہتے تھے کہ گردشِ زمانہ ہی فنا و بقا ہے

وقالوا ما ھی الاّ حیاتنا الدنیا نموت ونحیٰی وما یھلکنا الا الدھر۔

ترجمہ۔ صرف دنیوی زندگی ہے اور کچھ نہیں ہم خود بخود پیدا ہوتے اور مر جاتے ہیں ہماری ہلاکت صرف زمانہ سے وابستہ ہے۔

بعض قیامت کے منکر تھے۔ بل ھم فی لبس من خلقٍ جدید کہ وہ دوسری زندگی میں شک کر رہے ہیں وقالوا ءاذا کُنّا عظاماً ورُفاتاً ءانا لمبعوثون خلقاً جدیداً۔

بعض حشر نشر کے قائل تھے۔ چنانچہ ایک شاعر اپنی محبوبہ کی جُدائی سے تنگ آکر کہتا ہے ؎

[1] بخاری شریف ابواب الحج بیضاوی جلد ۱۔ [2] تاریخ اُمم الاسلامیہ حصہ اول مصری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وکنت اری کالموت من بین لیلۃٍ ❊ وکیف ببینٍ کان میعادہ الحشر

کہ میں تو اس کی ایک رات کی جدائی کو موت خیال کیا کرتا تھا ہائے اب اس جدائی کا دکھ کیسے برداشت ہوگا جو حشر تک جائیگا

فرشتے بنات اللہ ہیں بعض فرشتوں کو خدا کی لڑکیاں خیال کرتے تھے ملاحظہ ہو:- ویجعلون للہ البنات سبحانہٗ ولھم ما یشتھون کہ وہ خدا کی لڑکیاں خیال کرتے ہیں اور اپنے لئے وہ چیز (لڑکے) اختیار کرتے ہیں جسے ان کی طبیعت پسند کرتی ہے أَلَکُمُ الذکر ولہُ الانثیٰ[2] کیا تمہارے لڑکے ہوں اور اس کی لڑکیاں (ایسا نہیں ہوسکتا) اِن الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ لیُسمّون الملٰئکۃ الانثیٰ[3] قیامت کے منکر فرشتوں کو عورتیں خیال کرتے ہیں۔

بعض لوگ فرشتوں کو معبود مانتے تھے ولا یأمُرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین ارباباً[4] اور نہیں تمھیں تعلیم دیتا (اس امر کی کہ) تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ۔

ویوم یحشرھم جمیعاً ثم یقول للملٰئکۃ اھٰؤلاۤء ایّاکم کانوا یعبدون[5] اور جس دن وہ اُن سب کو اکٹھا کرے گا اور پھر فرشتوں سے کہیگا کہ یہی لوگ تمھاری عبادت کیا کرتے تھے۔

جنّوں کو معبود ماننا کئی جنوں کو خدا مانتے تھے قرآن مجید میں ان کے متعلق آتا ہے کہ وجعلوا للہ شرکاء الجنّ[6] انہوں نے خدا کے شریک جنّ بنائے۔

پھر فرمایا۔ بل کانوا یعبدون الجنّ اکثرھم بھم مؤمنون[7] بلکہ یہ جنّوں کی عبادت کیا کرتے تھے اُن میں سے بہت لوگ جنّ کی معبودیت پر ایمان رکھتے تھے۔

پھر فرمایا۔ وانہٗ کان رجالٌ مِنَ الانس یعوذون برجالٍ من الجنّ فزادوھم رھقاً[8]۔ کیونکہ بعض آدمی بعض جنّوں سے پناہ مانگا کرتے تھے سو اس نے (جس سے پناہ مانگتے تھے) انہیں تکبّر میں اور بھی زیادہ کر دیا۔

بعض آدمی خیال کرتے تھے جنّات۔ انسانوں کو علم سکھاتے اور غیب کی خبریں بتلاتے ہیں۔ چنانچہ بخاری میں روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم سے وحی ایک عرصہ تک منقطع رہی تو بعض معاندین نے کہا کہ اب اس کے جنّ نے خبریں بند کر دی ہیں[9] اِنی ارجوان یکون شیطانک قد ترکک میرے خیال میں تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔ (نعوذ باللہ) اور اسی طرح ایک شاعر ابو دہبل الجمحی اپنی محبوبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:- ؎

---

[1] نجم آیت ۲۱ - [2] نجم آیت ۲۷ - [3] آل عمران آیت ۸ - [4] انعام آیت ۱۰۱ - [5] السبا آیت ۴۰ - [6] السبا آیت ۴۱ - [7]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جنیۃ اولھا جن یعلمھا ❊ رمی القلوب بقوس مالھا وتر

یا تو وہ خود جن ہے یا کوئی جن اسے سکھاتا ہے۔ وہ ایسے قوس سے تیر چلاتی ہے جسکی تندی نہیں (یعنی آنکھوں سے)

ستارہ پرستی علاوہ بتوں۔ جنوں اور فرشتوں کے عرب لوگ بعض ستاروں کی بھی پرستش کرتے تھے

ملاحظہ ہو لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون[1]

کہ سورج اور چاند کو سجدہ مت کرو صرف اللہ کو سجدہ کرو۔ اگر تم خالصاً اس کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔ متنبی کہتا ہے۔

فتباً لدین عبید النجوم ❊ ومن یدعی انھا تعقل

کہ ستارہ پرستوں کا دین ہلاک ہو جائے اور وہ بھی ہلاک ہو جائے جو یہ کہتا کہ ستارے ذوی العقول میں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں اسلام پھیلنے کے بعد بھی ستارہ پرست پائے جاتے تھے۔ کیونکہ متنبی

چوتھی صدی ہجری کا شاعر تھا۔

بعض لوگ شعریٰ ستارے کی عبادت کرتے تھے فرمایا۔ وانہ ھو رب الشعریٰ[2] کہ وہ (خدا تعالےٰ)

شعریٰ ستارے کا بھی رب ہے یعنی اعلیٰ ہستی کی عبادت کرو۔ بعض خاص خاص ستارے تھے جن سے

بارش کی التجا کرتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو ستاروں پر اس قسم کے گمان رکھتے ہیں وہ میرے کافر اور ستاروں

کے مومن ہیں اور جو خالص خدا پر بھروسہ کرتا ہوا ستاروں پر بھروسہ نہیں کرتا ....

وہ میرا مومن اور ستاروں کا کافر ہے۔

(کہانت) عرب میں کاہن (پانڈے) بہت کثرت سے تھے اور قریباً قریباً ملک پر انہی لوگوں کا قبضہ تھا۔

جب ان سے کوئی غیب کی خبر دریافت کی جاتی تو عجیب قسم کی شکل بنا کر جواب دیتے۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود

ہوتا تھا کہ وہ خدا سے ہمکلام ہو رہے ہیں۔ ملک کے بڑے بڑے جھگڑے اور مقدمات ان لوگوں کے پیش لیئے

جاتے تھے یہ فیصلہ کرتے تھے۔ غرض عرب لوگ ان سے بہت ڈرتے تھے اور اُن کا یقین تھا کہ یہ صاحب قدرت

ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کو بھی کاہن کہا گیا ہے ملاحظہ ہو ولا بقول کاھن قلیلاً ما تذکرون[3]

کہ یہ کسی کاہن کے قول سے نہیں ہے تمہارے غور و فکر نکمے ہیں۔

کُتب حدیث میں کہانت کا بڑی کثرت سے ذکر ہے اور کہانت کے باب ہیں اس لئے مختصر لکھا جاتا ہے[4]

رسُول فرشتے ہوتے ہیں ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ رسول فرشتے ہوا کرتے ہیں قرآن میں آیا ہے کہ ابعث اللہ

بشراً رسولاً۔ کیا خدا نے بشر کو رسُول بنا دیا یعنی ایسا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما ارسلنا

من قبلک الا رجالاً نوحی الیھم[5] کہ تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے وہ بھی سب انسان ہی تھے یعنی

[1] حم سجدہ ۳۷ [2] النجم آیت ۵۰ [3] المعارج ۴۲ [4] الفرقان ۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرشتے وغیرہ نہ تھے۔

ان کا خیال تھا کہ رسول کھانے پینے سے مبرّا ہوتے ہیں ملاحظہ ہو وقالوا مال هٰذا الرسول یأکل الطعام ویمشی فی الاسواق[۱] یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے۔

فرمایا وما ارسلنا من قبلك من المرسلين الا انهم ليأكلون الطعام ويمشون فی الاسواق[۲] کہ تجھ سے پہلے جتنے رسول تھے سب کھاتے اور چلتے پھرتے تھے۔

باوجودیکہ عرب تمام کا تمام قریباً قریباً مشرک ہوچکا تھا پھر بھی اکثر لوگ۔ اللہ تعالیٰ کے قائل تھے چنانچہ آنحضرت صلعم کے دادا عبد المطلب نے اپنے لڑکے آنحضرت صلعم کے باپ کا نام عبداللہ رکھا اسی طرح ایک شاعر خص العلمی کہتا ہے ؎ یالیت ان اللہ لم یلاقہا ✤ قضیٰ بین کل اثنین الّا تلاقیا

اگر میری قسمت میں محبوبہ کا وصال نہیں ہے تو اس صورت میں تمنا کرتا ہے کہ کاش خدا تعالیٰ کسی عاشق کو اپنے معشوق سے ملاقات کا موقع نہ دے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولئن سألتهم من خلق السمٰوٰت والارض ليقولنّ الله اگر تو ان لوگوں سے دریافت کرے کہ زمین و آسمان کا خالق کون ہے تو فوراً کہتے ہیں کہ اللہ ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ مشرکین عرب اللہ تعالیٰ کے بھی قائل تھے۔ اور پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ وہ بتوں کی عبادت بھی تقرب الی اللہ کے لئے ہی کرتے تھے۔

تناسخ بعض لوگ تناسخ کے بھی قائل تھے اور کہتے تھے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی روح ایک پرندہ کی شکل اختیار کرلیتی ہے جس کا نام صدی رکھتے تھے ایک شاعر کہتا ہے ؎

لو ان لیلی الاخیلیۃ سلّمت ✤ علیّ ودونی تربۃ وصفائح
لسلّمت تسلیم البشاشۃ اوزقا ✤ الیہا صدیٰ من جانب القبر[۳]

کہ اگر میری محبوبہ جو کہ اخیلی قبیلہ سے مجھے ایسی حالت میں سلام کہے کہ میں مٹی اور سلوں کے ڈھیر (قبر) میں ہوں۔ تو بھی میں اسے خوشی اور بشاشت سے جواب دونگا۔ اور اگر میں نہ دونگا تو میرا صدیٰ پرندہ (روح) جواب دے گا۔

اس قسم کے شعر اور کثرت سے شعراء عرب کے کلام میں وارد ہوئے صدیٰ کے علاوہ ھامہ بھی اس پرندے کا نام لیا ہے۔

قبر میں اندھیرا جنگ میں جو آدمی قتل کئے جاتے تھے یا تو ان کا قصاص لیا جاتا تھا یعنی قتل کے بدلے

---

[۱] الفرقان ۷ [۲] الفرقان ۲۰ [۳] حماسہ باب النسیب۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قتل کیا جاتا تھا اور یا پھر دیت لی جاتی تھی۔ لیکن عربوں کا عقیدہ تھا کہ جس شخص کے قتل کے بدلے قتل نہ کیا جائے اس کی قبر میں اندھیرا رہتا ہے چنانچہ ایک شخص قتل ہو گیا تو اس کے وارثوں نے بجائے قتل کے دیت لینے کی آمادگی ظاہر کی۔ یہ دیکھ کر اس کی بہن کبشہ کو غیرت آئی اور اس نے رجز پڑھتے ہوئے اپنے بھائی کا بدلہ لینے کا جوش دلایا جس کا ایک شعر یہ ہے[۱]

لا تاخذوا منهم افالاً وابكراً   واترك في بيت بصعدة مظلم

یعنی مقتول کہتا ہے کہ میرے قاتل سے ہرگز بطور دیت میں اونٹ نہ لئے جائیں ورنہ میں صعدہ قبرستان میں اپنی قبر میں ہمیشہ اندھیرے میں رہونگا۔

باپ دادوں پر فخر ایام حج سے فارغ ہو کر مکہ میں ہی ایک جلسہ کرتے تھے جس میں اپنے آباؤ اجداد کے جنگی کارنامے مہمان نوازی اور سخاوتیں بیان کرتے تھے اور ایک دوسرے پر فخر کیا کرتے تھے ملاحظہ ہو:۔

وكانت العرب اذ قضوا مناسكهم وقفوا بمنىٰ بين المسجد والجبل فيذكرون مفاخر اباءهم[۱]۔ ترجمہ قریباً وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاذكروا الله كذكركم اباءكم او اشد ذكراً[۲] کہ بجائے اپنے اباؤ اجداد کے خدا کا ذکر کیا کرو آباؤ اجداد۔ کیا خدا کا ذکر ان سے بھی زیادہ کیا کرو۔

جب سے خانہ کعبہ اسی وقت سے اس کا حرم بھی ہے۔

پناہ حرم اگر کوئی مجرم جرم کر کے خانہ کعبہ میں پناہ گزین ہو جاتا تو وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا تھا اور عرب اسے مطلق کچھ نہیں کہتے تھے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلعم فتح مکہ کے دن شاہانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو ایک شریر ابن خطل نامی جو ہمیشہ ہر مسلمان کو دکھ دیا کرتا تھا اگر کعبہ کے پردہ میں گھس گیا تاکہ اپنے کئیے کی وجہ سے کوئی مسلمان اسے قتل نہ کرنے پائے۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا گیا (فقيل له ابن خطل متعلق باستار الكعبة قال اقتلوا هذا[۵]) کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں میں جا گھسا ہے فرمایا اسے (فوراً) قتل کردو۔

تثلیث پرستی عرب میں اس وقت بھی ایسے لوگ تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے تھے فرماتا ہے لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم[۳] کہ ان لوگوں نے سراسر کفر کیا جنہوں نے مسیح ابن مریم کو خدا بنا لیا۔

---

[۱] تفسیر بیضاوی جلد اول صفحہ ۱۳۸ [۳] المائدہ ۷۲
[۵] ترمذی باب فی المغفر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثۃ [1] کہ اُن لوگوں نے سراسر کفر کیا جنہوں نے یہ کہا کہ خدا تین میں سے تیسرا ہے یعنی تثلیث پر ایمان لائے۔

اس کے علاوہ بعض لوگ حضرت مریم کو بھی خدا مانتے تھے ملاحظہ ہو:۔

أأنت قلت للناس اتخذونی وامّی الٰھین من دون اللہ [2] کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے کہیگا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اصلی خدا کے علاوہ خدا مانا کرو۔

وہ کہیں گے کہ کنت علیھم شھیدًا مادمتُ فیھم فلمّا توفیتنی کنت أنت الرقیب علیھم وأنت علیٰ کل شیئٍ شھید [3] کہ میں تو جس وقت تک ان میں رہا تو نگران رہا (کہ انہوں نے مجھے اور میری ماں کو خدا نہیں بنایا) اور جب تُو نے توفّی کی تو پھر ان کا نگہبان تُو تھا اور تجھ سے بڑھ کر کون نگران ہو سکتا ہے؟

موحّد لوگ باوجودیکہ عرب کا چپہ چپہ شرک سے ملبّس تھا پھر بھی جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اکثر لوگ خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے۔ اس لئے ایسے وقت میں خالص توحید پر قائم رہنا یقیناً بہت بڑی جرأت اور دانشمندی کا کام ہے جس سے کہ کلّی طور پر عرب بھی خالی نہ تھا کیونکہ یہ فطرتی بات ہے جو کہیں نہ کہیں منصّۂ ظہور پر آ ہی جاتی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں چار شخص ایسے تھے جو علانیہ بُتوں کے مُنکر اور خالص توحید کے قائل تھے ان میں سے تین تو قریش تھے اور ایک اور تھا اُن چاروں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) ورقہ بن نوفل۔ یہ وہی شخص ہیں جن کے پاس حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلعم کو اس دن لیکر گئیں جس دن آپؐ کو سب سے پہلی وحی ہوئی تھی۔

(۲) زید بن عمرو بن نفیل العدوی (۳) عثمان بن الحویرث الاسدی یہ تینوں قریش تھے۔ (۴) عبید اللہ ابن جحش۔

ایک دن کسی بُت کی عید پر لوگوں کا اجتماع ہوا تو اِن لوگوں نے اعلان کیا کہ خدا کی قسم تم سب گمراہی پر ہو یہ پتھر جن کی تم لوگ عبادت کرتے ہو سراسر نکمے ہیں نہ اِن کے ماننے سے کوئی نفع ہے اور نہ اِن کے نہ ماننے میں نقصان۔ ہم ہرگز ہرگز اِن بتوں پر کسی قسم کا ایمان نہیں رکھتے۔ چنانچہ انہوں نے اس دن سے دینِ ابراہیم کی جستجو شروع کر دی۔

---

[1] المائدہ آیت ۷۳ [2] [3] المائدہ آیت از ۱۱۵ تا ۱۱۷

91

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ورقہ بن نوفل عیسائی ہو گئے اور توریت وغیرہ پڑھ کر اسی پر عمل کرتے رہے اور آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے پہلے فوت ہو گئے۔ زید ابن عمرو نہ عیسائی ہوا اور نہ یہودی۔ لیکن ہر قسم کے شرک سے الگ ہو گیا حتّٰی کہ بتوں کی قربانیاں اور نذریں تک نہیں کھاتا تھا۔ اور کعبہ میں بیٹھ کر تمام لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ خدا کی قسم تم تمام لوگ گمراہ ہو گئے سوائے میرے یعنی میں اکیلا ہی دینِ حنیف (توحید) پر قائم ہوں[۱] رسول کریم صلعم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے اِنَّہٗ یبعثُ امہ وحدہٗ کہ وہ اکیلا اُمت کی حیثیت میں اُٹھایا جائیگا۔[۲]

عثمان ابن الحویرث بادشاہ روم کے پاس جاکر عیسائی ہو گیا اور بہت عزت سے رہا

عبیداللہ بن جحش بھی اپنی توحید پر قائم رہا اور جب آنحضرت صلعم نے دعویٰ کیا تو مسلمان ہو کر ہجرت حبشہ میں شریک ہوا۔ لیکن بعد میں مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا اور اسی حالت میں مرا۔[۳]

محمد اسمٰعیل ذبیح سیالکوٹی (اعوان)

الہیات

الہام "الہام کیا چیز ہے؟ وہ پاک اور قادر خدا کا ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ، یا اس کے ساتھ جس کو برگزیدہ کرنا چاہتا ہے، ایک زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ ہے۔ سو جب یہ مکالمہ اور مخاطبہ کافی اور تسلّی بخش سلسلہ کے ساتھ شروع ہو جائے۔ اور اس میں خیالات فاسدہ کی تاریکی نہ ہو۔ اور نہ غیر مکتفی اور چند بے سروپا لفظ ہوں۔ اور کلام لذیذ اور پُر حکمت اور پُرشوکت ہو۔ تو وہ خدا کا کلام ہے، جس سے وہ اپنے بندے کو تسلّی دینا چاہتا ہے۔ اور اپنے تئیں اس پر ظاہر کرتا ہے"

اسلام "اسلام کیا چیز ہے؟ وہی جلتی ہوئی آگ جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر، سچ اور پاک معبود کے آگے ہماری جان، اور ہمارے مال، اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے۔ ایسے چشمہ میں داخل ہو کر ہم ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں، اور ہماری تمام روحانی قوتیں خدا سے یوں پیوند پکڑتی ہیں۔ جیسا کہ ایک رشتہ دوسرے رشتہ سے پیوند کیا جاتا ہے۔ بجلی کی آگ کی طرح ایک آگ ہمارے اندر سے نکلتی ہے اور ایک آگ اوپر سے

[۱] بخاری شریف۔ [۲] محاضرات جلد اوّل مطبوعہ مصر
[۳] " " "

78
Digitized by Khilafat Library Rabwah

ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ اِنَّ لِاٰدَمَ کانت لغۃ فی الجنّۃ العربیۃ۔ اور عبدالملکؓ آنحضرت صلعم سے ایک حدیث لایا ہے۔ اور دوسرے اہل علم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ اَنَّ العربیّۃ ھی اللسّان الاولیٰ من اللّٰہ المولیٰ نزلت مع اٰدم من الجنّۃ العلیاء۔ پس عربی زبان کے اُمّ الالسنہ ہونے کی پہلی دلیل قرآن مجید اور حدیث شریف ہے۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ عربی زبان ہی ابتدائی زبان ہے اور اُمّ الالسنہ کہلانے کی مستحق ہے ؎

دلیل دوم۔ اصل اور زندہ زبان کیلئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی ہیئت اور اصل شکل میں فرق نہ آنے دے اور اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر قبول نہ کرے۔ وہ انقلابات اور تغیرات کا ہمیشہ مقابلہ کرے۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ تمام زبانوں کی اصل ہے۔ اپنی وضع اور ہیئت کو نہ بدلے۔ واقعات شاہد ہیں کہ عربی زبان ان امتحانات میں کامیاب رہی ہے۔ اور آئندہ بھی (انشاء اللہ العزیز) کامیاب رہیگی۔ عہد جاہلیت میں اس کا یونانی۔ لاطینی اور فارسی سے دوستانہ اختلاط رہا اور نہ مٹی۔ عہد اسلام میں اس کو دنیا کی تمام زبانوں سے فاتحانہ مقابلہ کرنا پڑا اور کامیاب رہی۔ اور اس موجودہ زمانہ میں بھی جبکہ اس کی شان و شوکت کا زمانہ نہیں رہا وہ دوسری زبانوں سے مقابلہ کرتی چلی جاتی ہے۔ اور زندہ ہے۔ دوسری زبانوں کی حالت پر غور کرو۔ کہ ان کی کیا حالت ہوگئی ہے۔ آریہ ورت کی الہامی زبان سنسکرت کا کیا حال ہے۔ کس طرح اس کی اصلی اور قدیم وضع بدل گئی ہے۔ ایسے ہی یہود کی مقدس زبان عبرانی کا کیا حشر ہوا۔ مسیحیت یا رومۃ الکبریٰ کی لاطینی زبان کہاں دفن ہے۔ مجوسیت یا فارس کی ژندی زبانیں کیا ہوئیں۔ فراعنہ مصر کی قبطی زبان اور بابل نینوی شام اور فنیشیا کی کلدانی۔ اشوری۔ سریانی اور فینیقی زبانیں آج کہاں ہیں۔ آج ہومر کی یونانی زبان کون بولتا ہے۔ غرض یہ تمام زبانیں عظیم الشان مذاہب زبردست اقوام۔ اور وسیع الحدود حکومتوں کی زبانیں تھیں۔ لیکن آج دنیا کی زبانیں ان سے نامانوس ہیں۔ اور اس کے کان ان سے آشنا نہیں ہیں۔ اور جو قدیم زبانیں ابتک باقی بھی ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی پرانی وضع اس قدر بدل لی ہے۔ کہ اب ایک طرح کی جدید زبانیں ہوگئی ہیں۔ بھاکا سنسکرت کی یادگار ہے۔ موجودہ فارسی زبان قدیم پہلوی اور ژندی زبانوں کی یادگار ہے۔ اٹالین لاٹن کی جانشین ہے۔ یونانی اور حبشی زبانیں بھی گو باقی ہیں۔ مگر قدیم و جدید میں اب کوئی قدر مشترک باقی نہیں ہے۔ لیکن عربی زبان ان تمام تغیرات سے محفوظ و مصئون ہے۔ وہ چونکہ اُمّ الالسنہ تھی اس لئے ابتک اپنی پرانی وضع میں زندہ ہے۔ زبانوں کے اختلاط اقوام کی مزاحمت اور ضروریات تمدن کی کشمکش ان تمام چیزوں کا اس نے پہلے بھی مقابلہ کیا ہے اور اب بھی کر رہی ہے۔ وہ آج بھی اپنے تمام الفاظ و محاورات سمیت باقی ہے۔ اور اس کا اصلی ہیئت اور وضع پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہم پر اُترتی ہے۔ ان دونو شعلوں کے ملنے سے ہماری تمام ہَوا و ہوس اور غیر اللہ کی محبّت بھسم ہو جاتی ہے۔ اور ہم اپنی پہلی زندگی سے مر جاتے ہیں۔ اس حالت کا نام قرآن شریف کی رو سے اسلام ہے"

نیک بندہ

"نیک بندوں کو خدا کا دیدار اسی جہان میں ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی جگہ میں اپنے اس پیارے کا درشن پا لیتے ہیں۔ جس کے لئے وہ سب کچھ کھوتے ہیں"

حقیقی نیکی

"نیکی حقیقی وہی چیز ہے جو دو حدّوں کے وسط میں ہوتی ہے۔ یعنی زیادتی اور کمی، یا افراط اور تفریط کے درمیان ہوتی ہے۔ ہر ایک عادت جو وسط کی طرف کھینچے اور وسط پر قائم کرے وہی خلق فاضل کو پیدا کرتی ہے۔ محل اور موقعہ کا پہچاننا ایک وسط ہے۔ مثلاً اگر زمیندار اپنا تخم وقت سے پہلے بو دے یا وقت کے بعد دونو صورتوں میں وہ وسط کو چھوڑتا ہے۔ نیکی اور حکمت سب وسط میں ہے اور وسط موقع بینی میں، یا یوں سمجھ لو۔ کہ حق وہ چیز ہے کہ ہمیشہ دو متقابل باطلوں کے وسط میں ہوتا ہے"

حقیقی خلق اور طبعی حالتوں میں فرق

"حقیقی خلق اور طبعی حالتوں میں یہ فرق ہے کہ خلق ہمیشہ محل اور موقع کی پابندی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اور طبعی قوّت بے محل بھی ظاہر ہو جاتی ہے"

مدارِ ثواب

"ثواب کا تمام مدار اس بات پر ہے کہ ایک قوّت موجود ہو۔ اور پھر انسان خدا تعالیٰ کا خوف کر کے اس قوّت کے خراب جذبات کا مقابلہ کرتا رہے۔ اور اس کے منافع سے فائدہ اُٹھا کر دو طور کا ثواب حاصل کرے .... ثواب جذبہ مخالفانہ کے وجود اور پھر اس کے مقابلہ سے ملتا ہے"

خلق اور خُلق کی تعریف

"خَلق خا کی فتح سے ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق خا کی ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہے نہ صرف طبعی جذبات سے اس لئے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہے۔ طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا۔ اور پھر یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں، کہ خلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکساری کا نام ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئی ہیں۔ اب سب کیفیتوں کا نام خلق ہے"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روحانیت

روحانیت ہر ایک خلق کو محل اور موقع پر استعمال کرنے کے بعد اور پھر خدا کی راہوں میں وفاداری کے ساتھ قدم مارنے کے لئے اور اسی کا ہو جانے سے ملتی ہے جو اس کا ہو جاتا ہے، اس کی یہی نشانی ہے۔ کہ وہ اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔" "عارف ایک مچھلی ہے جو خدا کے ہاتھ سے ذبح کی گئی اور اس کا پانی خدا کی محبت ہے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی)

خاکسار شیخ مبارک احمد عفی عنہ مولوی فاضل

رقص کی تباہ کاریاں

بے حجابانہ اور مخلوط رقص جس میں مرد و زن نہایت بے شرمی و بے حیائی سے حصہ لیتے ہیں مغرب میں آجکل کثرت سے رائج ہے اور یہ مرض آہستہ آہستہ مشرق میں بھی دلدادگانِ نوتمدن و تہذیب کے درمیان درجۂ امتیاز حاصل کر رہا ہے۔ اور یہ کاسۂ لیسانِ مغرب اسے اسی شوق و اشتیاق سے ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں گویا یہ منّ و سلویٰ ہے جو دامنِ فلک سے گر رہا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے مغرب کے بعض مذہبی خیالات کے رہنما اس خلاف فطری صورت کی ورزش میں منہمک ہونیوالوں کے خلاف جہاد کرنے پر تُل گئے ہیں۔ کیونکہ ان پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ رقص و سرود کی محفلیں اخلاقی تباہی و بربادی کا منبع ہیں۔ ڈاکٹر فلپ یارڈ ڈی ڈی سپرنٹنڈنٹ مجلسِ بیداری اَیلی نوائز (امریکہ) ان منتخب روزگار نقادوں میں سے ہیں جو امریکہ و یورپ کے لوگوں کے طریقۂ تعیّش پر قلم اٹھاتے ہیں۔ بذریعہ پریس اور بذریعہ تقریر انہوں نے تھیئٹر و سینما، قہوہ خانوں کے ترنّم و تعیّش، پبلک رقص گاہوں، عریاں و برہنہ تصویروں والے رسالوں، حسن کے نمود اور متناسب الاعضاء جسموں کی نمائشوں، وغیرہ وغیرہ کے خلاف وہ بے پناہ اور بے لحاظانہ جہاد شروع کر رکھا ہے کہ اس سامانِ سرود و شادمانی کی نہایت بھیانک اور گھناؤنی صورتیں پیش کر دی ہیں۔ انہوں نے رقص کی قباحتوں کے خلاف اور اس کے اخلاقی نقصانات پر بالکل برہنہ زبان میں لعنت و ملامت کی وہ بوچھاڑ دی ہے کہ تو بہ ہی بھلی مثلاً کہتے ہیں۔ "یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہشتاد سالہ خمیدہ کمر بوڑھا یا خود خوش آئیند مردہ جسم آدمی جسکی رگوں میں بجائے خون برفیدہ پانی چلتا ہو، یا کوئی البیلا بانکا چھیل چھبیلا، یا کوئی رنگین مزاج عیاش، یا کوئی اوباش بیسرت ڈان جوآن، یا کوئی عشرت پسند بدقماش جس کو اپنی آدمیت اور نسوانیت کا بھی علم نہ ہو۔ ایسی بیسرت والا شخص میں کہتا ہوں، اگر اس روئے زمین پر رہتا ہے جو رقص میں ایک نازآفریں نیم عریاں تھرکتی ہوئی مہوش کو اپنی آغوش میں لیکر اس قابل ہو سکے کہ وہ اس عورت کے ساتھ رقص میں شامل ہے اور پھر فلسفیانہ خاموشی اختیار کر لے اور کہے کہ اسکے دل میں راہبانہ جذبات ہی پیدا ہوئے تھے اور اسکے خیالات پراگندہ نہیں ہوئے تھے بلکہ خالصتاً نیک نیتی اور پاک باطنی سے معمور تھا لیکن میں ہرگز یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ ایک حقیقی معنوں میں مرد، جو انمرد اور رازِ شباب ہو اور فطرتی جذبات و ولولے اسکے جسم میں بھڑکتے ہوں۔ ایسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی

"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے۔ ایسا ہی یورپ میں بھی آئے۔ اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہونگے۔"

× × × × × × × × × × × × ×

× × × × × × × × × × × ×

× × × × × × × × × × × × ×

× × × × × × × × × × × ×

× × × × × × × × × × × ×

"کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے۔ یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ مت خیال کرو۔ کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شائد ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔"

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔"

(حقیقۃ الوحی)

(اہل حدیث امرتسر نے خود نقل کیا)

اہل حدیث امرتسر کی تصدیق

صوبہ بہار وغیرہ کی تباہی سے قبل کسے خبر تھی۔ کہ وہ ساعت جس سے ہم آجتک ڈرائے جا رہے تھے۔ اور عاد، ثمود، اور قوم موسیٰ اور قوم نوح وغیرہ کی ہلاکت کے وجوہات اور طریقے جو ہم قرآن مجید میں مختلف جگہ پڑھتے تھے کھڑی ہم پر ہنس رہی ہے؟ چنانچہ ابھی جمعہ جمعہ صرف آٹھ ہی روز ہوئے ہیں کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں بالخصوص صوبہ بہار کے اضلاع دربھنگہ مظفرپور موتیہاری وغیرہ میں جو قیامت خیز زلزلے اور تباہیاں آئی ہیں۔ بیک وقت فرعون کی غرقابی عاد ثمود کی قوم کی تباہی اور نوح علیہ السلام کی ہلاکت کے نمونے آج فرعونیوں اور نمرودیوں کی طرح مختلف زمانوں شہروں اور ملکوں میں نہیں بلکہ ایک ہی ملک اور ایک ہی صوبہ یعنی صوبہ بہار اور اس سے ملحق صوبہ یو۔پی میں ہماری آنکھیں اور کان دیکھ اور سُن رہے ہیں۔ مذکورہ بالا تباہیوں کے قصص ہم جب قرآن مجید سے سُناتے تھے۔ تو مخالفین اسلام انہیں ایک موہوم چیز قرار دیا کرتے تھے۔ آج وہ کہاں ہیں آئیں اور دیکھیں کہ مذکورہ بالا قومیں جس طرح ہلاک کی گئیں کیا بعینہٖ وہی منظر آج ہماری نظر میں بہار اور ہندوستان کے مختلف اضلاع اور صوبوں میں نہیں دیکھ رہی ہیں؟

(اہل حدیث امرتسر ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۳۴ء)

یوم جمعۃ المبارک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قائم رہنا اس کے اُمّ الالسنہ ہونے کی دلیل ہے ؎

دلیل سوم۔ جس طرح انسان کی اصل غرض پیدائش معرفت باری تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ ماخلقتُ الجنّ والانس الّا لیعبدون[1]۔ کہ انسانی وجود کا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ بارگاہ ایزدی میں سربسجدہ ہوجائے۔ اور اپنے پیدا کنندہ کا شکرگذار ہو۔ اور اُسی کی دہلیز پر ناصیہ فرسائی کرے۔ جیسا کہ سعدی صاحب نے بھی کہا ہے:۔ ؎

خوردن برائے زیستن وذکر کردن است ؂ تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است[2]

پس جیسے انسان کی غرض خدا تعالیٰ کی عبادت ہے اسی طرح عربی زبان کی اصل غرض بوجہ اس کے اُمّ الالسنہ ہونے کے الٰہیات کی خدمت ہے۔ اور ہمارا مشاہدہ ہے۔ کہ اس زبان سے یہ خدمت بوجہ احسن واتم پوری ہو رہی ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ اپنے اندر لاتعداد خوبیاں رکھتا ہے۔ جو اور زبانوں میں بالکل مفقود ہیں۔ مثلاً لفظ ربّ پر ہی غور کرو کہ خدا تعالیٰ کیلئے جسقدر موزون یہ لفظ ہے۔ دوسری کسی زبان میں نہیں پایا جاتا۔ یہ لفظ سات معانی پر مشتمل ہے۔ مالکؔ۔ سیدؔ۔ مدبّرؔ۔ مربّیؔ۔ قیّمؔ۔ منعمؔ اور متمّمؔ[3]۔ اگر غور کیا جائے تو عربی زبان میں یہ بڑی فضیلت اور وسعت ثابت ہوتی ہے۔ کہ ایک لفظ میں اسقدر معانی شامل ہیں۔ اور وہ معانی بھی ایسے ہیں جو خدا کی ذات کا پورا پورا نقشہ اور مفہوم ادا کرتے ہیں۔ ایک ہی لفظ میں مالک کا مفہوم بھی آجاتا ہے۔ اور لغۃً مالک اس کو کہتے ہیں جس کا اپنے مملوک پر قبضہ تامہ ہو۔ اور اس میں یہ بتایا کہ حقیقی مالک ہر ایک چیز کا خدا تعالیٰ ہی ہے۔ سچ ہے:۔ ؎

فی الحقیقت مالک ہر شئے خدا است ؂ ایں امانت چند روزہ نزد ما است

ایسے ہی سیدؔ لغۃً[4] اس کو کہتے ہیں کہ ایک بہت بڑی جماعت اس کے ماتحت ہو۔ اور وہ جماعت کسی دباؤ سے اس کی مطیع نہ ہوئی ہو۔ بلکہ اپنی مرضی اور خوشی سے اس کی اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر رکھتی ہو۔ اور اس کی اطاعت میں خوشی اور سرور محسوس کرے۔ اب غور کیا جائے تو یہ لفظ بھی حقیقی طور پر بجز خدا تعالیٰ کی ذات کے اور کسی پر اطلاق نہیں پاتا۔ کیونکہ وہی ایک متقدس ذاتِ واحد ہے۔ کہ روحیں اس کی سچی پرستش کرتی ہیں۔ اسکی خدمت عالی میں جُھک جُھک کر خوش ہوتی اور اس کی عبادت کر کرکے لُطف محسوس کرتی ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ان کی پیدائش کا حقیقی مبدأ ہے۔ اور یہی حال باقی معانی کا ہے۔ کہ وہ حقیقی طور پر خدا کی ذات پر ہی صادق آتے ہیں۔ پس عربی زبان کا اُمّ الالسنہ

---

[1] سورۂ الذاریٰت۔ [2] گلستان فارسی۔ [3] منن الرحمٰن تصنیف حضرت اقدسؑ۔ [4] لسان العرب و تاج العروس۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہونا اس دلیل سے بھی ثابت ہے کہ اس سے اصل غرض جو الٰہیات کی خدمت ہے حاصل ہوتی ہے۔ اور باقی زبانوں میں یہ مفقود و معدوم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بھی اس دلیل کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے؎ کہ عربی زبان کی تراکیب میں الفاظ کم اور معانی بہت ہوتے ہیں۔ اور نیز عربی زبان انسانی ضمائر کا پورا پورا نقشہ کھینچنے کیلئے پوری پوری طاقت اپنے اندر رکھتی ہے۔ میں اسکی وضاحت حضرت اقدس ؑ کے ایک واقعہ سے ہی کرنی چاہتا ہوں۔ حضور ؑ سے ایک دفعہ عربی اور انگریزی زبان کے متعلق ایک شخص سے گفتگو ہوئی۔ تو اس نے انگریزی کو بہت آسان اور مطلب کو تھوڑے الفاظ میں ادا کرنے والی زبان بتایا۔ اور کہا کہ انگریزی میں "میرا پانی" کا ترجمہ یہ ہے:۔ "My water"

حضور ؑ نے جواب دیا۔ کہ عربی میں "مائی" ہی کافی ہے ؛

دلیل چہارم۔ عربی زبان کے اُمّ الالسنہ ہونے کی چوتھی دلیل یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس کو مفردات کا کامل نظام بخشا ہے۔ اور ہم ہر خیال کو مفردات کے ذریعہ سے ظاہر کر سکتے ہیں۔ اور اس کے موادّ اور مفردات کی کثرت نے مرکّبات سے ہمیں بے نیاز کر دیا ہے۔ اور یہ بات اس کے کمالاتِ خاصّہ میں سے ہے۔ کہ وہ فطری نظام اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ اور الٰہی صفات کی خوبصورتی اس رنگ سے دکھلاتی ہے۔ جس رنگ سے خدا کے اور کام دُنیا میں پائے جاتے ہیں۔ اور دیگر زبانوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ باقی سب زبانیں عربی زبان کا ایک ممسوخ شدہ خاکہ ہیں۔ جسقدر یہ مبارک زبان اِن زبانوں میں اپنی ہیئت کے ساتھ قائم رہتی ہے۔ وہ حصّہ تو لعل کی طرح چمکتا ہے۔ اور اپنے حُسنِ دلربا کے ساتھ دلوں پر اثر کرتا ہے۔ عربی زبان میں فصاحت و بلاغت اس طرز پر واقع ہوئی ہے۔ کہ صرف حروف اور حرکات سے ہی وہ مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔ جو دوسری زبانوں کے لمبے فقرات سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ کبھی لام تعریف سے ہی اس کا مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔ اور کبھی حرفِ تنوین ہی مطلب کی ادائیگی سے کفایت کر دیتا ہے۔ جس کے لئے دوسری زبانوں میں بہت سے کلمات کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسے ہی زیر زبر اور پیش بھی الفاظ کا کام دیجاتے ہیں۔ اور دوسری زبانوں میں یہ خوبی بالکل ہی نہیں ہے۔ ایسے ہی عربی کے بعض چھوٹے چھوٹے الفاظ دوسری زبانوں کے لمبے فقرات کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ مثلاً "عرضتُ" کے معنی یہ ہیں کہ "میں مکّہ اور مدینہ اور جو ان کے اِرد گرد دیہات ہیں سب دیکھ آیا"۔ اور "جشم" کے معنی ہیں "آدھی رات چلی گئی"۔ اور "حیّعل" کے معنیٰ آؤ نماز پڑھیں نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اور عربی میں بسا اوقات حروف سے بھی کئی الفاظ کا کام

؎ نور القرآن ٹائیٹل پیج ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لے لیا جاتا ہے۔ کہ صرف ایک حرف ہوتا ہے۔ جس کے معنی دو یا تین الفاظ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جیسے فِ + وفا کر + قِ = نگاہ رکھ + ع = یاد کر + خ = نہ جلدی چل نہ آہستہ بلکہ میانہ روی اختیار کر + ھ = کمزور ہو جا + دِ = خون بہا دے + شِ = اپنے کپڑے کو منقّش کر + نِ = سُست ہو جا۔ ایسے ہی ابو الطیّب احمد المعروف بالمتنبیّ کے دو شعر ہیں[1] جن میں اوّل شعر میں اس نے سولہ درخواستیں جمع کی ہیں۔ اور دوسرے شعر میں چوبیس درخواستیں جمع ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:۔ ؎

(۱) اقِلْ اَنِلْ اُن اصنِ احمل علّ سلّ اعل ۞ زِدْ هشّ بشّ هبِ اغفر اُدن سُرّ اِعلْ

(۲) عِشِ ابق اسم سُدْ قُدْ جُدْ مُرِ انه وفِ اسرِ نِلْ ۞ غظِ ارم اصب احم اغزُ اسب رُع زُعْ دَلِ اثنِ نِلْ

اب اگر ان کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کیا جائے تو قریباً ایک صفحہ سے کم میں نہ ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس کے متعلق رقم فرماتے ہیں[2] "کہ یہ (زبان عربی) انسانی خیالات کو الفاظ کے قالب میں ڈالنے کے وقت اپنے اندر مفردات کا پورا پورا ذخیرہ رکھتی ہے۔ اور انسان جب بھی کسی مضمون توحید کے متعلق یا شرک کے متعلق۔ حقوق اللہ کے متعلق یا حقوق عباد کے متعلق عقائد دینیہ کے متعلق یا اِن کے دلائل کے متعلق یا محبت و مخالطت کے متعلق یا بُغض اور نفرت کے متعلق یا خدا تعالیٰ کی مدح وثناء اور اس کے اسماء مطہرہ کے متعلق یا مذاہب باطلہ کے ردّ کے متعلق یا قصص اور سوانح کے متعلق یا احکام اور حدود کے متعلق یا علم معاد کے متعلق یا تجارت و زراعت اور نوکری کے متعلق یا نجوم اور ہیئت کے متعلق یا طبعی اور طبابت اور منطق وغیرہ کے متعلق کوئی بسوط کلام کرنا چاہے تو اس کے مفردات اس کو ایسے طور سے مدد دیتے ہیں کہ ہر ایک خیال کے متعلق جو دل میں پیدا ہوا ایک لفظ مفرد موجود ہوتا ہے۔"

پس باوجودیکہ یہ ایک وحشی اور بے علم قوم کی زبان تھی۔ وہ یورپ کی تعلیم اور یونان کے فلسفہ سے نابلد و ناآشنا تھی۔ لیکن پھر فصاحت و بلاغت میں اِسے سب پر فائق پاتے ہیں۔ اور جو خیالات کی تصویر اس میں بندھتی ہے۔ وہ کسی دوسری زبان میں ادا نہیں ہوتی۔ اطناب و ایجاز کے لئے مناسب الفاظ ہیں۔ اور معانی و مفہوم کی ادائیگی کیلئے موزون کلمات ہیں۔ غرض یہ ایک ایسی زبان ہے جو ہر بات میں کامل و اَتمّ ہے۔ لطائف صنعت سے یہ زینت دیگئی ہے۔ اور معانی متعددہ کے مقابل میں ایک ہی لفظ مفرد رکھا گیا ہے۔ تا اداءِ مفہوم میں دِقّت نہ پیدا ہو۔ اور زبان لکنت محسوس نہ کرے۔ اور ہر ایک مفہوم کو عمدگی سے ادا کرنیکے قابل ہو۔

۱؎ دیوان المتنبیّ صفحہ ۴۴۷ قافیہ لام ۔ ۲؎ منن الرحمان ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲) زبانوں کا آپس میں اشتراک

عربی زبان کے اُمّ الالسنہ ہونیکی ایک زبردست دلیل یہ ہے۔ کہ عربی زبان اور دیگر زبانوں میں شدید اشتراک پایا جاتا ہے۔ اور جو شدید اشتراک اسکو ہر ایک زبان سے ہے۔ وہ کسی اور زبان میں نہیں پایا جاتا۔ در اصل مشارکتِ الفاظ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے مختلف زبانوں کا ہم ماخذ ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ جس قدر کثرت سے ایسے الفاظ دو زبانوں میں ملجائیں۔ جو شکل وصورت اور معنی اور مفہوم میں آپس میں ملتے جُلتے ہوں۔ اُسی قدر زیادہ وثوق کے ساتھ وہ دو زبانیں ایک ہی چشمہ سے نکلی ہوئی کہی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں Language کی بحث میں یہ لکھا ہے:-

"When we say that one language is "related" to another, or that two languages belong to the same "family" of languages what we mean is that they are uninterrupted continuation of what was once one and the same language, but which in course of time has been differentiated."

یعنی مشارکت الفاظ ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس سے ہم مختلف زبانوں کا ہم ماخذ ہونا ثابت کر سکتے ہیں اور اُمّ الالسنہ ہونے کے لئے دو باتیں ضروری اور لابدی ہیں۔ اوّل یہ کہ اس زبان اور دیگر زبانوں کے الفاظ اور مادّوں میں صوری ومعنوی مجانست و مشارکت ہو۔ تاکہ انکا ہم ماخذ ہونا ثابت ہو۔ اور دوسری بات یہ ضروری ہے کہ اس زبان کے روٹ اور الفاظ ابتداء سے آجتک اپنی اصلی شکل وصورت میں محفوظ ہوں۔ اور عربی زبان کو یہ دونو خصوصیتیں حاصل ہیں۔ یہ زبان ہمیشہ سے محفوظ ومصئون چلی آئی ہے اور اس کے الفاظ یا اجزاء نے کوئی صوری یا معنوی تبدیلی قبول نہیں کی پس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ عربی زبان اور دوسری زبانوں کے مادّے آپس میں ہم شکل وہم معنیٰ ہیں۔ تو چونکہ باقی زبانیں اسوقت متغیر ہیں اور اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں ہیں اور عربی زبان اپنی قدیم وضع پر ہی قائم ہے۔ اور اس میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوا۔ لہٰذا یہ امر ثابت ہوگا۔ کہ باقی زبانیں اس سے مشتق ہیں۔ اور یہ اُمّ الالسنہ ہے۔ اور

[illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور باقی تمام زبانیں اس کی فروعات ہیں۔ اور ہر زبان کے ساتھ اس کو اشتراک ہے۔ چنانچہ ذیل میں چند الفاظ کا اشتراک ظاہر کرتا ہوں۔

۱ جرمنیک مادہ		عربی مادہ	معنیٰ جو دونو زبانوں کے ہیں
قپ	Qap	قبض	پکڑنا
لیوق	LEUQ	اِلاق	چمکنا بجلی کا
برگ	BHREG	فرق	توڑنا
پَر	PER	فر	چلنا
مد	MED	مُدّ	پیمانہ ہے
سک	SEK	شق	کاٹنا

ظاہر ہے۔ کہ ان الفاظ میں بلحاظ شکل و ہیئت و معنی کے کس قدر اشتراک ہے۔ ایسے ہی انگریزی الفاظ کو جب دیکھا جائے تو ان میں بھی عربی کے ساتھ شدید مشارکت نظر آتی ہے۔ چنانچہ چند الفاظ بطور مثال کے حسب ذیل ہیں:۔

۲ انگریزی		عربی	معنیٰ مشترکہ
مِین	MEAN	معنیٰ	مراد رکھنا
مِین	MEAN	مھین	کمینہ
واٹر	WATER	مطر	بارش۔ پانی
ایر	AIR	ایر	ہوا۔ باد شمالی
فِنگر	FINGER	بنصر	اُنگلی
باڈی	BODY	بدن	بدن
ڈور	DOOR	دار	دروازہ
روف	ROOF	رفیف	چھت
سکائی	SKY	سقف	آسمان
رین	RAIN	ری	بارش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انگریزی		عربی	معنی مشترکہ
کلاؤڈ	cloud	قلات	بادل
بائی	buy	بیع	خریدنا
لینیٹی	lanity	لینت	نرمی
نوبلٹی	nobility	نبالت	شرافت
عجلٹی	agility	عجلت	جلدی
سینٹی	Sanity	صیانت	نقص سے پاک ہونا
اوبیڈینٹ	Obedient	عبد (عبدیت)	فرمانبردار
ڈریس	Dress	درس	پارچہ کہنہ
ایرو	Arrow	عایر	تیر
ایسے	Assey	السعی	کوشش کرنا
ابیس	Abase	آبش	حقیر ٹھیرنا
ابائڈ	abide	ابد	قیام کرنا
ایبل	Able	قابل	قابل
ایڈ	aid	اعادہ	شامل کرنا

یہ چند الفاظ نمونۃً یہاں درج کیے گئے ہیں۔ ورنہ بے شمار الفاظ ایسے ہیں۔ جن میں عربی الفاظ کا اشتراک پایا جاتا ہے علاوہ ازیں بعض الفاظ موجودہ عربی زبان میں ایسے ہیں جو پہلے عربی تھے۔ لیکن آج دخیل سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ عربوں کی ترقی کے عہد میں عربی کے کثیر التعداد الفاظ یوروپین زبانوں میں داخل ہو گئے تھے۔ اب وہ الفاظ ایک اجنبی لفظ کی صورت و ہیئت بدلکر موجودہ انقلاب میں یوروپین زبانوں سے پھر عربی میں آ رہے ہیں

قدیم عربی	یوروپین زبان	جدید عربی
امیرالبحر	ایڈمیرل	امیرال
دارالصناعة	ڈرسنا	ترسانہ
لکحول	الکوہل	الکحول

پس ان تمام مندرجہ بالا امثلہ والفاظ سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوجاتی ہے۔ کہ عربی زبان کو ہرایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تھے والشمس اور واللیل آپ ہی کے عارضِ وگیسو   نکل جاتا تھا منہ سے دیکھنے والوں کے اللہ ہو
وہ ایامِ جوانی میں خدا کو یاد کرتا تھا ❖ اکیلا گوشۂ غارِ حرا آباد کرتا تھا
خدیجہؓ طاہرہ خاتوں سے پہلا عقد فرمایا   ہوئی حیرت میں دنیا وہ کمالِ ضبط دکھلایا
عمل سے اپنے مفہومِ جوانی سب کو سمجھایا   بھلا پھر رحمتِ عالم نہ ہو کیوں آمنہ جایا
جو خود ہیں نوجواں ناکتخدا وہ بوڑھی بیوہ تھیں ❖ نبیؐ پچیس سالہ تھے خدیجہؓ چھل سالہ تھیں
گوارہ کر لیا بے جوڑ رسمِ کتخدائی کو   کہ پاسِ جذبۂ بیوہ ہو، تا اہلِ خدائی کو
اخوت میں کیا تبدیل تفریق وجدائی کو   بدی کو نیکیوں سے اور برائی سے بھلائی کو
تدبر اسکو کہتے ہیں سیاست اسکو کہتے ہیں ❖ تقدس اسکو کہتے ہیں نجابت اسکو کہتے ہیں
غلامانِ خدیجہؓ سب کے سب آزاد کر ڈالے   بہت اُجڑے ہوئے گھر تھے کہ جو آباد کر ڈالے
بہت ناشاد دل لطف و کرم سے شاد کر ڈالے   ملا کر ایک سب بچھڑے ہوئے افراد کر ڈالے
نبی ہونے سے پہلے بھی کیئے وہ کام حضرتؐ نے ❖ کہ جنکے واسطے مبعوث فرمایا تھا قدرت نے
قریشِ مکہ تنگ آئے جو تبلیغِ رسالت سے   لگے کہنے وہ ملکر ختم شمعِ ایوانِ نبوت سے
اگر تو چاہتا ہے کھیلنا دنیا میں دولت سے   دیئے جائینگے گھر بیٹھے تجھے حصے تجارت سے
اگر ہے عقد کی خواہش تو عورت منتخب کر لے ❖ خوشی سے اک شریک رنج و راحت منتخب کر لے
حکومت کی تمنا ہے تو ہم پر حکمرانی کر   ہمارے دیوتاؤں پر مگر کچھ مہربانی کر
نہ تکلیفوں میں پڑ کر تلخ اپنی زندگانی کر   ترس کھا اپنی جاں پر یوں نہ تخریب جوانی کر
ترے ہر درد کا درماں کرینگے دُکھ مٹا دینگے ❖ پسینے کی جگہ تیرے لہو اپنا بہا دینگے
سُنی کفار کی بکواس تو حضرتؐ نے فرمایا   مَیں اُس کا شکر کرتا ہوں کہ جس نے مجھ کو سمجھایا
کمال مہربانی ہے اگر میرا خیال آیا   دکھا کر سبز جنت خوب ہی نظروں کو بھلایا
مگر میری خوشی یہ ہے کہ تم ایمان لے آؤ ❖ خدا پر اور نبوت پر مری ایقان لے آؤ
حکومت کیا ہے دولت کیسی عورت کسکو کہتے ہیں   نہیں معلوم کچھ مجھ کو ضرورت کس کو کہتے ہیں
کسے دیوانگی کہتے ہیں وحشت کس کو کہتے ہیں   ہے رنجش نام کس کا اور راحت کس کو کہتے ہیں

یقیں رکھو مَیں اپنے کام سے باز آ نہیں سکتا
خدا سے منحرف ہو کر بتوں میں جا نہیں سکتا

یہ مانا حاصلِ عمرِ دو روزہ نوجوانی ہے   جوانی کیا ہے یہ دنیا ہی ساری آنی جانی ہے
سوائے ذاتِ باری کے یہاں ہر چیز فانی ہے   اُسی کی راہ میں مرنا ہماری زندگانی ہے

ضمیرِ حق کسی صورت دبائی جا نہیں سکتی
جہاں الفقر فخری ہو امارت آ نہیں سکتی

ضرورت ہے مسلماں نوجواں احکامِ حق سیکھیں   نہا کر آرزو کے خون میں بننا شفق سیکھیں
قبائے نفسِ امارہ نہ کر دینا ہی شق سیکھیں   حدیث خلقہ قرآن پڑھ پڑھ کر سبق سیکھیں

حیا ایمان کا جز ہے حیا میں آنکھ پیدا کر
تجھے دیکھے گی دنیا تو خدا میں آنکھ پیدا کر

منجانب محمد شبیر آزاد ... عفی عنہ

ریویو آف ریلیجنز اردو۔ قادیان دارالامان ۔ ۵ / اپریل سنہ ۱۹۳۴ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈابر (ڈاکٹر ایس ۔ کے برمن) لیمیٹڈ

پچاس برس سے مشہور لاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

STAR TRADE SKB MARK (REGD.)

اسٹار ٹریڈ مارک

R92

بچوّں کا پیارا

R92

ڈابر چیون پراس اولیہ

(کلیجہ، پھیپھڑا، وجسم کی نقاہت کیلئے بے مثل آبحیات رسائن)

اس میں اشٹ برگ کی دوائیں ملی ہیں اور آیور ویدی شاستر کے مطابق بنا ہے۔ بیمار اور تندرست سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ کھانے میں خوش ذائقہ ہے۔ متواتر اس کے استعمال سے عمر دراز ہوتی ہے۔ اور کسی قسم کی بیماری ہونے کا خوف نہیں رہتا۔

قیمت ایک پاؤ سیر ۲۰ خوراک ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ ڈاک محصول گیارہ آنہ ۱۱ر

لال شربت

(لال شربت) R92

اس کے استعمال سے بچوں کی ہڈی مضبوط جسم قوی اور خون گاڑھا ہوتا ہے۔ گود کے بچوں کو پلانے سے وے ہمیشہ پھرتیلے اور خوش بنے رہتے ہیں میٹھا اور خوش ذائقہ ہونیکی وجہ سے بچے بڑے شوق سے پیتے ہیں۔ پرسوتی کی چھنتا اور انہیں دودھ کی کمی کو دور کرنے میں یہ بے مثل ہے۔

قیمت فی شیشی ۱۳ر تیرہ آنہ۔ ڈاک محصول ۱۰ر دس آنہ ۔ نمونہ کی شیشی کی قیمت دو آنہ ۲ر جو صرف ایجنٹوں سے مل سکتی ہے۔

ڈابر جنتری سنہ ۱۹۳۴ء بلاقیمت مفت منگا کر ملاحظہ کیجئے۔

نوٹ:۔ سب جگہ ملتی ہیں دوا خریدتے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں۔

صیغہ نمبر ۱۱۷ پوسٹ بکس ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ۔ گورداسپور میں شیخ محمد بشیر رحمت علی سوداگر

(بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپکر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)